دَقائقِ مَقال
در
طُرُقِ ثبوتِ ہلال

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم الامین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

تقررِ قاضی میں تنویع

ایک قاضی وہ ہے جسے سلطانِ اسلام نے یہ کہہ کر قاضی بنایا کہ ''**جعلتک قاضیا**: میں نے تمھیں قاضی مقرر کیا'' اس کا کچھ تذکرہ نہیں کیا کہ کس شہر کا؟..... تو مختار یہ ہے کہ وہ سلطنت کے تمام شہروں کا قاضی ہے۔

السلطان اذا قال جعلتک قاضیا و لم یذکُر فی ای بلدۃ ...... المختار انہ یصیر قاضیا لجمیع بلاد السلطان کذا فی الخلاصۃ. مختصراً [عالمگیری ۳/۳۱۵]

—'' بادشاہ نے کسی شخص کی نسبت یہ کہہ دیا کہ میں نے تمھیں قاضی مقرر کیا اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ کہاں کا قاضی اُس کو بنایا تو جہاں تک سلطنت ہے وہ سب جگہ کا قاضی ہوگیا ''— [بہارِ شریعت ۱۲/۵۸]

ایک قاضی وہ ہے جسے سلطان نے خاص جگہ کا قاضی کیا تو وہ صرف وہیں کا قاضی ہے

اذا قیدہ بالمکان یجوز و یتقید بذلک المکان. [عالمگیری ۳/۳۱۵] —'' اگر اُس کو کسی خاص جگہ کا قاضی بنایا ہے تو وہیں کا قاضی ہے دوسری جگہ کے لیے وہ قاضی نہیں ''— [بہارِ شریعت ۱۲/۵۷]

عالمگیری میں ہے

اذا قلّد السلطان رجلا قضاء بلدۃ کذا ، لا یصیر قاضیا فی سَواد تلک البلدۃ ، ما لم یقلِّد قضاء البلدۃ و نواحیھا. [الفتاوی الھندیۃ ۳/۳۱۵]

سلطان نے ایک شخص کو کسی شہر کا قاضی بنایا تو اُس شہر کے متعلقہ دیہات کا وہ قاضی نہ ہوگا جب تک شہر و اطراف سب کا اُسے قاضی نہ بنائے۔

مگر ثبوتِ رویتِ ہلال کے باب میں حدود سے **باہر** بھی قاضی کا حکم کافی ہوتا ہے ، اور یہ بھی ہے کہ

حدود کے **اندر** بھی کافی نہیں ہوتا۔

کافی ہوتا ہے تو یوں کہ طریقِ موجبِ شرعی سے پہنچے۔ اور بغیر اس کے حدود کے اندر بھی ناکافی۔



امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ طریقِ پنجم:- استفاضہ کے تحت فرماتے ہیں

"استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکمِ شرع قاضیِ اسلام ہو کہ احکامِ ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل وقائم، یا کسی عالمِ دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملزم وملازم ہے یا جہاں قاضیِ شرع نہیں تو مفتیِ اسلام مرجعِ عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکامِ روزہ وعیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطورِ خود عید ورمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان **اپنے علم** سے **خبردیں** کہ **وہاں** فلاں دن **بربنائے رویت روزہ** ہوا یا **عید** کی گئی۔

یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتابِ قاضی باشہادت۔ مگر اس **مستفیض خبر** سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملحق بہ یقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا، اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور **مظنون** ہوگا کہ امر **بحکم** واقع ہوا۔ تو **اس طریق** سے **قضائے قاضی** کہ حجتِ شرعیہ ہے **ثابت** ہوجائے گی۔"[فتاوی رضویہ ۵۵۲/۴]

اور رد المحتار کی یہ تصریح پیش فرماتے ہیں کہ

فکانت تلک الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور. [فتاوی رضویہ ۵۵۳/۴، رد المحتار ۱۰۲/۲]	یہ استفاضہ **حکماً نقلِ حکم** ہے، یعنی اس مرتبہ میں ہے کہ **حاکم وقاضیِ شرع** نے **جوحکم** اُس شہر میں دیا تھا وہ وہاں سے آنے والی متعدد جماعتوں نے **یہاں پہنچا دیا**۔

اس میں **قاضی عام** ہے تو اُس قاضی کو بھی شامل ہے جس کا دائرۂ قضا من جانب السلطان صرف اُس شہر تک محدود ہو، اور پھر دربارۂ ثبوتِ ہلال اُس کا **حکم دوسرے** شہر کو **پہنچا**، اور اُس کی **قضا دوسرے شہر** والوں کے لیے بھی **حجتِ شرعیہ** ہوئی۔

مگر **کب**؟..... جبکہ **طریقِ موجبِ شرعی** یعنی استفاضہ کے ذریعہ **پہنچی**۔

بمعنی کی توجیہ

اور **بمعنی** اس لیے فرمایا کہ متعدد جماعتوں نے حقیقۃً وبراہِ راست حکم نہیں پہنچایا ہے اور اس طرح حکم کی خبر نہیں دی ہے، بلکہ اس طرح لوگوں کے چاند دیکھ کر روزہ رکھنے یا عید کرنے کی خبر دی اور اسے پہنچایا ہے،

اور اس خبرِ مستفیض سے اُس شہر کے اسلامی اور احکام وحُکّام کی وہاں پابندی دوامی ہونے کے سبب ضمناً وہاں کے قاضی کے حکم کو پہنچانا اور حکم کی خبر دینا ہوا ہے۔

اور اسی کے مؤیِّد ہے امام ہُمام کی دقیقہ رس نکتہ سنج نظر کی یہ ترجمانی کہ

—" نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت "—

کہ صرف تصریحاً کی نفی فرمائی ، ضمناً کی نہیں ، تو قیدِ بالتصریح نے بمفہومِ خلاف ضمناً کا اثبات کیا۔

نیز امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا

—" جس شہر میں قاضیِ شرع ہو اور اُس کے حکم سے وہاں روزہ وعید ہوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ در گروہ آئیں اور بالاتفاق **اُس حاکمِ شرع** کا **حکم بیان کریں** "— [فتاوی رضویه ۵۳۴/۴]

نیز علامہ شامی سے وہ ذخیرہ سے وہ امام شمس الائمہ سے ناقل

قال شمس الائمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة .

[فتاوی رضویه ۵۶۱/۴ ، رد المحتار ۱۰۲]

شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ خبر جب اس شہر سے دوسرے شہر والوں میں حدِّ شہرت و استفاضہ کو پہنچے اور خبر دینے والے سنی سنائی نہ کہیں بلکہ **اپنے علم** سے دوسرے شہر والوں کو خبر دیں جس سے یقینِ شرعی حاصل ہو جائے تو **دوسرے شہر والوں پر اس شہر کا حکم لازم ہوگا**۔

اس میں یہ نہیں ہے کہ اس شہر کی متعدد جماعتوں نے دوسرے شہر کے قاضی وحاکم کے سامنے خبر دی۔

بلکہ یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں میں ان کی خبر حدِّ شہرت واستفاضہ کو پہنچی۔ پھر تصریح ہے کہ اس شہر کا حکم دوسرے شہر والوں پر لازم ہوگا۔ یہ حکم وہی ہے جو اس شہر میں قاضیِ شرع نے دیا اور یہی حکم یہاں کی متعدد جماعتوں سے دوسرے شہر والوں کو پہنچ کر اُن پر لازم ہوا۔ کب؟...... جبکہ استفاضۂ شرعیہ سے پہنچا۔

تو قاضیِ شرع کا حکم اُس کے حدود سے باہر بھی کافی ہوا اور حجت ٹھہرا۔



اور بغیر طریقِ مُوجِب کے اُس قاضی کے مضافاتِ شہر بلکہ خود اُس کے بہت شہر والوں کے لیے بھی حجت نہیں۔

چنانچہ امام اہلسنّت علامہ ابنِ عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّهُمَا سے ناقل

__" **طریقِ ہفتم**:- علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی **حوالیِ شہر** کے **دیہات والوں** کے واسطے دلائلِ ثبوتِ ہلال سے گِنا۔

بلکہ عند التحقیق خاص اُس **شہروالوں** کو بھی اُن پر **اعتماد** سے مفر نہیں ، کہ حاکمِ شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے ، بحکمِ حاکمِ اسلام اعلانِ عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامتِ معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے ، جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔

رد المحتار [۹۹/۲] میں ہے

قلت والظاهر انه يلزَم اهل القُرى الصومُ بسَماع المَدافع او روية القناديل من المصر ، لانه علامة ظاهرة تفيد غلَبة الظن ، و غَلَبة الظن حجة موجبة للعمل ، كما صرحوا به ، و احتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد ، اذ لا يفعل مثل ذلك عادةً في ليلة الشك الا لثبوت رَمَضان.

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ گاؤں والوں پر شہر سے توپوں کی آواز سننے یا [مناروں پر] روشنی دیکھنے سے روزہ لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ علامتِ ظاہرہ ہے جس سے غلبۂ ظن ہوتا ہے اور غلبۂ ظن سے حسبِ تصریحِ فقہائے کرام عمل واجب ہوتا ہے۔ اور یہ احتمال .... کہ توپوں کے فیر یا روشنی رمضان کے اعلان کے لیے نہ ہوں .... بعید ہے ، کیونکہ جس رات ہلالِ رمضان کی رویت کا شبہ ہو اُس رات توپوں کے فیر یا روشنی **عادۃً** ثبوتِ رمضان ہی کے لیے کی جاتی ہے۔

منحة الخالق [على البحر الرائق ۴۷۲/۲] میں ہے

لم يذكُروا عندنا العمل بالاَمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المَدافع في زماننا ، و الظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر ، كاهل القُرىٰ و نحوها ، كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبِل شهادة الشهود.

و قد ذكَر هذا الفرع الشافعية ، فصرح ابن حجر في "التحفة" انه يثبُت **بالاَمارات الظاهرة** الدالة التى لاتتخلف عادةً ، كروية القناديل المعلقة

ہمارے فقہائے کرام نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ اُن علاماتِ ظاہرہ کا مذہبِ حنفی میں کیا حکم ہے؟...... جو ماہِ رمضان وغیرہ کے ثبوت پر دلیل ہوتی ہیں ، جیسے ہمارے زمانے میں توپوں کے فیر۔

اور [مذہبِ حنفی کی رو سے] ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ شہر میں نہیں ہیں جیسے **اہلِ دیہات** وغیرہ وہ توپوں کے فیر سنیں تو اس پر اُنہیں عمل واجب ہے [جیسے **خود**] ***اُن اہلِ شہر*** کو اس پر عمل واجب ہے جنہوں نے حاکم کو شاہدین کی شہادتیں قبول کرتے نہ دیکھا۔

اس فرع کو شوافع نے بیان فرمایا۔ چنانچہ امام ابنِ حجر نے "تحفہ" میں تصریح فرمائی کہ ثبوتِ رمضان وغیرہ

بالمنائر. قال و مخالفة جمع فی ذلک غیر صحیحة. اھ "۔

[فتاوی رضویه ۵۵۴/۴ ، ۵۵۵]

اُن **علاماتِ ظاہرہ** سے [بھی] ہوتا ہے جو عادۃً کسی اور مقصد سے نصب نہیں کی جاتیں ، جیسے مناروں پر آویزاں قندیلیں۔ اور ایک جماعت نے جو اس کی مخالفت کی وہ صحیح نہیں۔

دیکھو! یہ قاضی کے **دائرۂ قضا** کے ساکنین یعنی **خاص اُس شہر والے** یا **دیہات والے** بھی توپ کے فیر جیسے اُن **دلائلِ ثبوتِ ہلال** و **طریقِ موجبِ شرعی کے محتاج ہیں** جو حکمِ قاضی بر بنائے شہادت پر **علامتِ ظاہرہ مفیدِ غلبۂ ظن موجبِ عمل** ہوں۔

●

کیا دیہات میں شہر کی تبعیت سے حکم ہوجاتا ہے؟.....

تنویر الابصار و در مختار میں تھا

(و لو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثِقَة و افطروا باخبار عدلین) مع العلّة (للضَرورة).

[رد المحتار ۹۹/۲ ، ۱۰۰]

لوگ اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم و قاضی نہیں تو اس مجبوری سے مطلع ناصاف ہونے پر ایک قابلِ اعتماد شخص کے رویت بیان کرنے پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبرِ رویت پر عید کریں۔

علامہ شامی نے ببلدة کی شرح میں کہا

ای او قـریة. قال فی السراج : و لو تفرد واحد برویته فی قریة لیس فیها وال ، و لم یأت مصرا ، و هو ثِقَة ، یصومون بقوله. [رد المحتار ۹۹/۲]

یعنی یا ایسے گاؤں میں ہوں۔ سراج وھّاج میں فرمایا : گاؤں میں جہاں کوئی حاکم نہ ہو صرف ایک شخص نے ہلال دیکھا اور شہر میں گواہی دینے نہ آیا ، اور ہے وہ معتمد ، تو لوگ اُس کے کہنے سے روزہ رکھیں۔

اسی کے بعد علامہ شامی نے فرمایا

قلت و الظاهر الخ جو اوپر گذرا ، یعنی یہ مجبوری .... کہ حاکم نہیں لہذا مجمعِ مسلمین میں گواہی دے .... نہیں آئے گی۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ شہر میں حاکم کے سامنے گواہی گذرے گی اور توپ وغیرہ سے حکمِ حاکم کا اعلان ہوگا اس علامتِ ظاہرہ کو دیکھ سن کر گاؤں والے روزہ رکھیں گے۔

اسی طرح نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح میں شارح نے یہی مسئلہ بیان فرمایا ......[جو آئندہ عنوان میں آرہا ہے]...... اس مسئلہ کی علت "للضرورة" پر علامه طحطاوی [م ۱۲۳۱ھ] نے فرمایا

(للضَرورة) ای انما فعلوا | بوجہِ مجبوری۔ یعنی گاؤں والے مستقل طور پر یعنی حاکم کے

ذلک استقلالا للضرورة و هی عدم الحاکم ، و الظاھر ان ذلک یجری فیما اذا کان الحاکم بعیدا عنھا.

[حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۵۴]

تابع نہ ہوکر یعنی حاکم کے یہاں گواہی گذارے اور حاکم کے حکم کیے بغیر ایسا اس لیے کریں گے کہ انہیں مجبوری ہے یعنی وہاں حاکم نہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ گاؤں کی مسجد میں گواہی دینے اور اس پر عمل کرنے کا حکم اس صورت میں بھی ہوگا جبکہ حاکم وہاں سے دور ہو۔

نیز محیط برھانی و تاتار خانیہ و عالمگیری وغیرہ میں ہے

ثم الواحد اذا رأی ھلال رمضان وحده ، ھل یلزَمه ان یشھَد عند الحاکم ، لا ذکر لھذا فی المبسوط.

پھر تنہا ایک نے ہلالِ رمضان دیکھا تو کیا اُس پر حاکم کے پاس جا کر شہادت دینا لازم ہے؟...... مبسوط میں اس سلسلے میں کچھ ذکر نہیں۔

قال شمس الائمة الحلوانی رحمه اللّٰه : اذا کان عدلا یلزمه ان یشھَد عند الحاکم ، حرا کان او عبدا او امة حتی الجاریة المخدَّرة ، وھو من فروض عین ، و یجب ان یشھد فی لیلته تلک ، کی لایصبح الناس مفطرین.

امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں : عادل ہو تو اُس پر شہادت دینا لازم ہے وہ آزاد ہو یا غلام یا باندی حتی کہ پردہ نشین عورت۔ یہ شہادت فرضِ عین ہے ، تو اُسی شب شہادت دینا واجب ہے تاکہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اٹھیں۔

اس کے بعد فاسق و مستور پر لزوم و عدمِ لزوم کا بیان کر کے فرمایا

ھذا فی المصر اما فی **السَواد** اذا رأی احدھم ھلال رمضان یشھد فی مسجد قریته ، و علی الناس ان یصوموا بقوله ، بعد ان یکون عدلا ، اذا لم یکن ھناک حاکم یشھد عنده.

[المحیط البرھانی ۳۷۷/۲ ، الفتاوی التاتار خانیة ۹۳/۲ ، ۹۴ ، فتاوی ھندیه ۱۹۷/۱]

یہ **احکام** لزوم و عدمِ لزوم **شہر** میں تھے۔ رہا **دیہات** میں کسی نے ہلالِ رمضان دیکھا تو وہاں مسجد میں گواہی دے ، اور لوگوں پر واجب ہے کہ اس کے قول سے روزہ رکھیں جبکہ وہ عادل ہو اور صورت یہ ہو کہ وہاں کوئی قاضی و حاکم نہ ہو جس کے پاس گواہی دے۔

قاضی تو وہ بھی ہوتے ہیں جن کے دائرۂ قضا میں متعلقہ دیہات بھی ہوں تو اُن کی مجبوری کا یہ علاج ...... کہ اپنے شہر کی تبعیت سے روزہ رکھیں اور عید کریں ، کیونکہ وہ دوسرے شہر کی طرح ثبوتِ ہلال کے لیے طریقِ موجب سے ثبوتِ رویتِ ہلال پہنچنے کے محتاج نہیں ہیں ...... یہ علاج کیوں نہ بتایا؟...... اور یوں اُن کی محتاجی کا رفع کیوں نہ فرمایا؟...... یہ بتاتا ہے کہ دیہات میں محض شہر کی تبعیت سے حکم نہیں ہوتا۔

●

کیا سراج وہاج کی قید کہ ''شہر میں گواہی دینے نہیں آیا'' یہ اپنے مفہوم سے مفیدِ تبعیت ہے؟.......

اولاً:- یہ قید سراج وھّاج امام ابو بکر بن علی الحداد [م ۸۰۰ھ] میں ہے جسے اُنہوں نے جوھرۂ نیرہ [۱/۱۹۹] میں بھی بیان فرمایا ہے۔

جبکہ محیط برھانی امام ابن مازہ [م ۶۱۶ھ] میں نہیں ہے جس کی عبارت گذری۔ فتاوی تاتار خانیہ [۲/۹۴] شیخ عالم بن علاء [م ۷۸۶ھ] میں نہیں ہے جس کی عبارت بعینہٖ عبارتِ محیط ہے۔ علامہ ابنِ ھمام [م ۸۶۱ھ] نے فتح القدیر [۲/۳۳۰] میں اسے ما ذکروا کہہ کر نقل فرمایا اُس میں بھی نہیں ہے۔ فتاوی قاضی خاں [م ۵۹۲ھ ـ ۱/۹۵] میں محیط کے مانند عبارت ہے اور قیدِ مذکور سے خالی۔ اسے محقق بحر [م ۹۷۰ھ] نے بھی فتاوی قاضی خاں کے حوالہ سے بحرِ رائق [۲/۴۶۴] میں نقل فرمایا۔

عالمگیری میں بھی اس قید کو ذکر نہ فرمایا، بلکہ عبارت بحوالۂ وجیز کے بعد بحوالۂ محیط یوں لائی

اذا رأی الواحد العدل هلال رمضان یلزَمه ان یشهَد بها فی لیلته ، حرا کان او عبدا ، ذکرا کان او انثی ، حتی الجاریة المخدَّرة تخرج و تشهد بغیر اذن مولاها.

جب ایک عادل کو ہلالِ رمضان نظر آیا تو اسے اسی رات شہادتِ رویت ادا کرنی لازم ہے ، وہ آزاد ہو یا غلام ، مرد ہو یا عورت ، حتی کہ زنِ پردہ نشین بے اذنِ سرپرست نکلے اور شہادت دے۔

و الفاسق اذا رآه وحده یشهد ، لان القاضی ربما یقبَل شهادته ، لکن القاضی یرُده. کذا فی الوجیز للکردری.

اور فاسق نے تنہا دیکھا تو وہ بھی شہادت دے ، کیونکہ قاضی کبھی فاسق کی گواہی بھی سن لیتا ہے ، لیکن قاضی اسے رد کردے۔ ایسا ہی وجیز کردری میں ہے۔

هذا فی المصر ، و اما فی **السَواد** اذا رأی احدهم هلال رمضان یشهد فی مسجد قریته ، وعلی الناس ان یصوموا بقوله ، بعد ان یکون عدلا ، اذا لم یکن هناک حاکم یشهد عنده. کذا فی المحیط.

[الفتاوی الهندیة ۱/۱۹۷]

یہ [احکامِ لزومِ ادائے شہادت عند الحاکم] شہر میں ہیں۔ رہا **دیہات** میں ایک شخص نے ہلالِ رمضان دیکھا تو گاؤں کی مسجد میں گواہی دے اور لوگوں پر واجب ہے کہ اُس کی گواہی سے روزہ رکھیں جبکہ وہ عادل ہو اور گاؤں میں کوئی حاکم و قاضی نہ ہو جس کے پاس گواہی دے سکے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔

یونہی مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی [م ۱۰۶۹ھ] میں ہے

و اذا رأى الهلال فى الرُستاق ، و ليس هناك وال و لا قاض ، فان كان ثقة يصوم الناس بقوله ، و فى الفطر ان اخبر عدلان بروية الهلال ، و بالسماء علة ، لا باس بان يفطروا بلا دعوى و لا حكم للضرورة. [مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیه علامه طحطاوی ص۲۵۴]

گاؤں میں کسی نے ہلال دیکھا اور وہاں کوئی والی و قاضی نہیں اور وہ ثقہ ہے تو لوگ اُس کے قول سے روزہ رکھیں۔ اور عید میں اگر دو عادل رویتِ ہلال کی خبر دیں اور مطلعِ ہلال ناصاف ہو تو حرج نہیں کہ لوگ بلا دعوی و حکم عید کرلیں کیونکہ یہ صورت مجبوری کی ہے۔

تو یہ کثیر کتبِ معتبرہ قیدِ مذکور سے خالی ہیں۔

ثانیاً:- قیدِ مذکور سراجِ وہاج کا مفہوم ہے کیا؟.....

اگر گواہی دینے کے لیے شہر میں آ گیا تو کیا حکم ہے؟.....

کیا یہ[۱] کہ اُس کی گواہی عندالحاکم کے بعد توپ یا روشنی جیسی علاماتِ ظاہرہ کے ذریعہ جو اعلانِ حکم ہوگا وہ اُس کے گاؤں کے لیے طریقِ موجبِ شرعی و دلیلِ ثبوتِ ہلال ہوگا؟..... جیسا کہ شہر نہ آنے کی صورت میں اہلِ دیہات کے لیے یہی ذریعۂ ثبوت تھا ، اور اس سے وہ مجبوری ...... کہ حاکم نہیں لہذا مجمعِ مسلمین میں خبر دے اور لوگ بغیرِ حکمِ حاکم محض اس خبر پر صوم و عید کریں ...... مندفع تھی۔

یا یہ[۲] کہ بغیر علامتِ ظاہرہ کے کیسی ہی خبرِ مفیدِ غلبۂ ظن سے بحکمِ تبعیت اہلِ دیہات پر صوم و فطر کا وجوب آ جائے گا؟..... یعنی گاؤں شہر کے تابع ہے شہر کا حکم گاؤں کے لیے کافی ہے بس کسی طرح غلبۂ ظن کے ساتھ وہ حکم معلوم ہو جانا چاہیے؟.....

تبعیت سے اگر حکم آتا تو یہ کیوں فرمایا جاتا؟..... کہ بوجہِ مجبوری مجمعِ مسلمین میں گواہی دے اور گاؤں کی مسجد میں اپنی رویتِ ہلال بیان کرے۔ بلکہ سیدھے یہی کہا جاتا کہ شہر میں جہاں حاکمِ شرع ہے غیر ظاہر طریقہ ہی سے سہی معلوم کرلیں کہ کیا حکم ہوا ہے اور اُسی پر عمل کریں۔

مگر ایسا نہیں کہا گیا ، تو تبعیت کو گنجائش کیسے ہے؟.....

●

ارشادِ حدیقۂ ندیة

__" حدیقۂ ندیہ میں ہے : اذا خلا الزمان من سلطان ذى كفاية فالامور مؤكّلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم و يصيرون وُلاة ، فاذا عسُر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه ، فان كثُروا فالمتَّبع اعلمهم ، فان استووا اقرع بينهم. [الحديقة الندية ۳۵۱/۱]

جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جومعاملاتِ شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے ، اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں ، وہ **علماء ہی قاضی و حاکم** سمجھے جائیں گے۔

پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں۔ اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکامِ شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی۔ اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں "— [فتاوی رضویہ ۵۴۹/۴ ، ۵۵۰]

اس عبارت میں یہ حکم کہ

......" اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں "...... [فتاوی رضویہ ۲۰/۶ ، ۵۵۰/۴]

یہ اتفاق "**مشکل**" ہونے سے مقید ہے جو اپنے مفہوم سے اس پر دالّ ہے کہ اتفاق **مشکل نہ** ہو تو تمام اضلاع کے مسلمانوں کا فقط ایک مقتدا ہو اور سب اُسی کی اتباع کریں۔ تو اُس وقت کیا ثبوتِ ہلال میں فقط اُس ایک کا اعلانِ حکم تمام اضلاعِ ملک کے مسلمانوں کے لیے کافی ہوجائے گا؟.....

نظرِ اول:-

کل جبکہ آج جیسے آواز و تحریر رسانی کے نوایجاد ذرائع نہ تھے قافلے تو آتے جاتے تھے تو قافلے میں ہر آبادی کے معتمد شخص کو خلیفۃ المسلمین یا سلطانِ اسلام کی طرف سے اعلانِ حکم کا ایک پرچہ تھمادینا کیا مشکل تھا؟...... یا زبانی طور سے اُسے حکمِ سلطانی کے اعلان کا ماذون کر دینا کیا دشوار تھا؟.......

—" حدیثِ کُرَیب کہ انہوں نے ملکِ شام میں رمضان مبارک کا چاند شبِ جمعہ کو دیکھا پھر مدینۂ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما سے آکر بیان کیا۔ اُنھوں نے فرمایا ہم نے شبِ شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے تیس پورے کریں گے۔ کریب نے کہا کہ آپ امیرِ معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی رویت و **حکم** پر اکتفاء نہ کریں گے؟...... فرمایا : لا ھٰکذا اَمَرَنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "—

[فتاوی رضویہ ۶۳۲/۴]

تو کیوں نہیں امیرِ معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کریب کو اپنے حکم کے اعلان کا مجاز کردیا؟..... یا کیوں نہیں اُنہیں اعلانِ حکم تحریر کرکے دے دیا؟.....

امام اہلسنّت علامہ ابنِ ہمام قُدِّسَ سِرُّہُمَا سے ناقل

فان قیل اخبارہ عن صوم معاویہ یتضمنہ لانہ الامام.

یجاب بانہ لم یات بلفظ الشھادۃ و لو سلم فھو واحد لا یثبت بشھادتہ وجوب القضاء علی القاضی. مختصراً

[فتح القدیر ۳۱۹/۲ ، فتاوی رضویہ ۶۳۳/۴]

اگر کہو حضرتِ کریب نے **امیرِ معاویہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے روزہ رکھنے کی خبر دی اور وہ امیر المؤمنین تھے [جنہیں شرع نے حکمِ روزہ وعید وغیرہ دینے کا اختیار دیا ہے] تو اُن کے روزے کے ضمن میں اُن کے **حکم کی خبر** دینا بھی پالیا گیا [اور امیر المؤمنین کا **حکم حجتِ شرعیہ** ہے ، پھر حضرتِ ابنِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے کیوں نہیں مانا] ؟.....

جواب اس کا یہ ہوگا کہ حضرتِ کریب نے لفظِ شہادت لاکر حکمِ حاکم پر گواہی نہ دی۔ اور مان لیں کہ شہادت ہی دی تو بھی وہ تنہا ہیں تنہا اُن کی شہادت سے یہاں قاضی کے ذمہ حکمِ ثبوتِ ہلال دینا ثابت نہ ہوگا۔

نیز امام اہلسنّت نے صاف تر فرمایا کہ

ـــ" **امیرِ معاویہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا **حکم** تو **بے نصابِ شہادت** ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا "ـــ

[فتاوی رضویہ ۶۳۲/۴]

اگر شہرِ ثبوت کی طرح دوسرے شہرِ بے ثبوت میں "بوجہِ **تبعیت**" **غیر ظاہر طریقے** سے حکم پہنچنا کافی ہوتا تو حصر و نفیِ امکان کے ساتھ یہ فرمانا کیا معنی؟..... کہ

ـــ" حکم تو بے نصابِ شہادت **ثابت** ہو ہی نہ سکتا تھا۔ "ـــ



پیلی بھیت کی عوام کیا علماء امام اہلسنّت کی طرف رجوع کرتے تھے ، پھر شہرِ بریلی کا وہ پرچۂ اعلان جس میں امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی طرف سے تحریر تھا کہ

ـــ" میرے سامنے شہادتیں گذر گئیں کل جمعہ کو عید ہے "ـــ [فتاوی رضویہ ۵۳۲/۴]

اس کے متعلق خود امام نے یہ کیوں فرمایا؟...... کہ

ـــ" بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے لیے چاہا اور اُن کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہدِ عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا "ـــ [ایضاً]

حالانکہ ظاہراً پیلی بھیت امام اہلسنّت کے دائرۂ قضا و حدودِ ولایت میں تھا۔ کیونکہ فرمانِ قرآنِ کریم اور اقوالِ مفسرین و ارشاداتِ علمائے ربانیین سے ہے یہ بیان کہ

__'' امیرِ شریعت دوقسم ہے اختیاری وقہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا ، احکامِ شریعت بتادینا اس کا کام ہے ، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار۔

یہ امیرِ شریعت **مُتَدَیِّن فقہائے اہلِ سنت** ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ [دلیل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے]

یٰٓا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ [پ۵ ع ۵ ایت ۵۹]

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اُولُوالْاَمْر کا۔

اولوالامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالیٰ [: اولوالامر صحیح تر قول کے مطابق **علماء** ہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک کا یہ فرمان اس پر دلیل ہے کہ]

وَ لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ط [پ ۵ ع ۸ ایت ۸۳]

اوراگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اُن سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔

عدمِ سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہلِ سنت کی طرف رجوع کرنا اوربھی لازم تر ہوجاتا ہے۔ کہ بعض بعض خاص دینی کام جنہیں وُلاۃ وقُضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں اُن میں بھی تاحدِ ممکن انہی کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے ، جیسے معاملۂ عنین وتنفیذِ انکحہ و خیارات بلوغ وغیرہا ، سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیرِ سلطان کو نہیں۔

فان کثروا فالمتّبع اعلمھم ، فان استووا اقرع بینھم و ان تعسّر جمعھم علی واحد استقل کل قطر بعالمھم. کما فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ. ''__ [فتاوی رضویہ ۲۰/۶]

پھراگر علماء کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکامِ شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی۔ اوراگر علم میں برابر ہوں تو اُن میں قرعہ ڈالیں۔ اور اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کریں جیسا کہ حدیقۂ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے ہے۔

کس وجہ سے مشکل ہو؟..... کیا بعض کو اُس فردِ فریدِ مستحقِ امارت سے نفسانی رنجش وکینہ ہے اس وجہ سے؟.....

یہ تو خصلتِ مذموم اور بجائے خود گناہ وحرام ہے تو عسر وعذر میں کیونکر شمار ہوگا؟..... تو اُس عالمِ یکتائے اعلمِ اقلیم کے امیرِ شرعی منتخب بہ انتخابِ الٰہی ہونے میں کیا قادح ہوگا؟.....

اوراگر اس وجہ سے کہ سب اُس کے ایسے مقامِ یکتا سے واقف نہیں تو ہاں یہ عذر ہے کہ ہر ایک کا اس سے آگاہ ہوجانا آسان نہیں۔

مگر امامِ اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے بارے میں واقعہ یہ ہے کہ دور و نزدیک اقطارِ ہند کے علماء اور کثیر عوام سب واقف تھے ، جس پر **فتاوی رضویہ** جو سب محفوظ و مطبوع نہیں مگر جتنا چھپ چکا **کافی گواہ** ہے ، کہ ہند کے چپہ چپہ سے استفتاء آئے ہیں **اور سائلین میں کثیر علماء و فاضلین ہیں۔**

لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ آپ کا مقام بہ استثنائے ریاستہائے اسلامی امیرِ شرعیِ ہند حاملِ ولایتِ خاصہ کا مقام تھا۔ چنانچہ آگے اُس بیانِ مسعود میں ہے کہ

ـــ " یہ امیرِ شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخابِ الٰہی جَلَّ وَعَلَا **منتخب ہے۔**

دیانت [یعنی دینداری و احکامِ شرع کی پیروی] و فقاہت میں اُس کا **تَفَرُّد و تَفَوُّق** [یعنی دین کی سمجھ اور پابندی میں اوروں سے زیادہ اور اوروں میں یکتا ہونا] خود ہی اُسے متعین کرتا ہے ، یہاں تک کہ **لوگ** اگر اُس کے **غیر** کو **منتخب** کریں گے **خطاء** کریں گے ، اور **اُسی** کا اتباع **لازم ہوگا** کہ وہی اہل ہے۔

اور **طبائع** [طبیعتیں] خود ہی دینی امور میں اُس کی طرف **رجوع** پر **مجبور** ہوتی ہیں ، کہ دوسری جگہ ویسا حلِّ شافی نہیں پاتیں ، یہاں تک کہ اُس کے اکابر اعداء کہ بوجہِ بددینی یا حسدِ شیاطینی اُس کے سخت دشمن ہوتے ہیں اور زبردستی اُس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں مسائلِ مشکلہ کے حل کرنے میں اُس کے محتاج رہتے ہیں اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اُس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں ، یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں۔ **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم.** [یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے]

اس امیرِ شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور ، نہ اس کا دستور ، نہ اس کا ترک گناہ و محذور ، بلکہ اس کی **معیار وہی ہے** جو **اوپر مذکور۔** اس کے فیصلے کو بہار و اڑیسہ کے جملہ علماء پر نظرِ تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو **آپ ہی منظور۔** "ـــ [فتاوی رضویہ ۶/۲۰ ، مترجم ۱۴/۱۶۹]

ـــ حدیقۂ ندیہ میں ارشادِ فتاوی عتابیہ کے بعد فرمایا

و قال السمهودی : و هذا من حیث انعقاد الولایة الخاصة فلا ینافی وجوب طاعة العلماء مطلقا. الخ "ـــ	علامہ سمہودی نے فرمایا: یہ [عدمِ سلطان کی حالت میں امت پر علماء کی طرف رجوع اور علماء کی اتباع واجب ہونا] اس حیثیت سے ہے کہ [عدمِ سلطان کی حالت میں] علماء کے لیے ولایتِ خاصّہ بھی ہوگئی۔
	[ولایتِ خاصہ جو سلطانِ اسلام کو اور اُس کی نیابت سے اُس کے وُلاۃ و قُضاۃ کو ہوتی ہے]
[فتاوی رضویہ ۷/ ۳۲۸ ، ۳۲۹]	تو یہ وجوب اُس وجوب کے منافی نہیں کہ علماء کی اتباع تو ہر حال میں واجب ہے خواہ سلطان ہو یا نہ ہو ، ولایتِ خاصّہ علماء کو ہو یا نہ ہو۔

آپ ہی منظور یعنی یہ فیصلہ ہوتا خواہ نہ ہوتا وہ انتخاب خود ہی منظور تھا کہ وہ فیصلۂ الٰہی وانتخابِ الٰہی سے تھا۔ مگر کب جبکہ

" جملہ علماء پر نظرِ تفصیلی "

یعنی دیانت وفقاہت میں ہر ایک کے مقام کو گہرائی سے دیکھا گیا ہو۔ اور بھی ہے

" نظرِ تفصیلی صحیح شرعی "

یعنی جس میں عصبیتِ نسبی یا حمیتِ تلمذی یا مروتِ خانقاہی وغیرہ کا دخل نہ ہو ، بلکہ خالص حمیتِ دینی سے تمام مسلمانوں کی خیرخواہی اور اپنا اور اُن کا نفعِ اخروی مدِّنظر ہو۔

تو ان اوصاف وشرائطِ امیر شرعی میں سے نہ صرف ریاستی بلکہ ملکی سطح پر امام اہلسنّت میں کس وصف کی کمی تھی؟...... دیانت وفقاہت میں آپ کے تفرد وفوقیت سے کسے آگاہی نہ تھی؟...... مسائلِ مشکلہ کے حلِّ شافی کے لیے کس کی نظر میں آپ کی ذات واحد امید گاہ نہ تھی؟......

لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ امام اہلسنّت معدود اسلامی ریاستوں کو چھوڑ کر پورے ہند پر مرتبۂ امیرِ شرعی کی ولایتِ خاصہ کے حامل تھے

تو پیلی بھیت کا حضرت محدث سورتی کے دائرۂ ولایت وقضاء میں ہونا [(۱)] امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّھُمَا کے دائرۂ ولایت وقضاء میں ہونے کے منافی نہیں۔

خلیفۃ المسلمین یا قاضی القضاۃ اپنے ماتحت قُضاۃ کے شہروں میں اپنا حکم وقضاء نافذ کرنے سے کب ممنوع ہے؟...... تو حضرت محدث سورتی کی پیلی بھیت میں موجودگی و مرجعیتِ عوامی و اعلمیتِ بلدی امام اہلسنّت کو اپنا اعلان وہاں جاری کرنے میں کیوں مانع ہوگی؟......

لہٰذا جاری نہ کرنے کی وجہ جو کلامِ امام و علامہ شامی سے ظاہر سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیلی بھیت وہ جگہ نہ تھی جہاں **اعلان علامتِ ظاہرہ ہوکر جاسکے۔**

اور کیسے نہ تھی؟...... اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

---

(۱) جیسا کہ اس ارشادِ امام سے ثابت ہے کہ

_" یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں اُن صفاتِ مذکورہ کا کوئی عالم نہیں

......[یعنی جو _" عالمِ دین معتمد سنی المذہب فقیہ مُتَدَیِّن سب میں زیادہ علم والا ہو "_ مختصراً ۸۸۷/۵]......

سوا مولیٰنا وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضھم کے تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کہ بعدِ غورِ تمام و تحقیقاتِ تام جملہ مسائلِ مذکورہ ومصالحِ نابالغین و مالہم وماعلیہم پر نظرِ غائر فرما کر جزم واحتیاطِ کامل سے کام لیں ، اور ذی رائے دیندار اہلسنّت عمائدِ شہر کو رائے وشوریٰ میں شریک کریں "_ [فتاوی رضویہ ۸۸۸/۵]

نظرِ ثانی:-

یہ عبارتِ ''حدیقۂ ندیہ'' فتاوائے امام کتاب الصوم بیانِ ثبوتِ ہلال میں تین مقام پر ہے ، اور تینوں مقام پر امامِ اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اسے **شہر** کے **اعلمِ علمائے بلد پر** پیش فرمایا ہے ، یعنی اس عبارت سے **شہر** کے اُس **عالمِ دین** کی **اتباع** مسلمانوں پر فرض ثابت کی ہے جو تمام علمائے شہر سے زیادہ علمِ دین رکھتا ہو۔

چنانچہ پہلے مقام پر ہے

___ '' جہاں قاضیِ شرع نہ ہو تو مفتیِ اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ اہلِ **شہر** سے علمِ فقہ میں زائد ہو ''___

پھر اس مقام پر بیان فرمودہ احکام کی سند میں یہ عبارتِ حدیقۂ ندیہ نیز حاشیہ میں ترجمہ پیش فرمایا کہ

___ '' حدیقۂ ندیہ میں ہے اذا خلا الزمان الخ جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو الخ ''___

[۵۴۹/۴ ، ۵۵۰] دوسرے مقام پر فرمایا

___ '' حاکمِ شرعی سلطانِ اسلام یا قاضی مولّی من قبلہ ہے یا امورِ فقہ میں فقیہ بصیر **اَفْقَہِ بَلَد**۔

...... و المسئلة فی الحدیقة الندیة عن فتاوی الامام العتابی. ''___ [فتاوی ۵۶۵/۴]

تیسرے مقام پر فرمایا

___ '' جہاں ریاستِ اسلامی نہیں اُن **بِلَاد** [یعنی **شہروں**] میں جو **عالمِ دین** سنی المذہب سب سے **زیادہ** علمِ فقہ رکھتا ہو وہ بحکمِ شرع سردارِ مسلمانان ہے ، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں ، اور اُس کے فتووں پر عمل کریں۔ تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہوکر ادائے شہادت کرے۔ [فتاوی رضویہ ۵۷۰/۴]

علامہ عبد الغنی بن اسمعیل نابلسی قُدِّسَ سِرُّہُ الْقُدُسِیّ حدیقۂ ندیہ شرحِ طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

و فی العتابی	اور فتاوی عتابیہ میں ہے
اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکّلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم.	جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملاتِ شرعیہ میں کفایت کرسکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے ، اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں۔

اسی میں ہے

المتّبع اعلمهم ، فان استووا اقرع	جو سب میں زیادہ احکامِ شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی۔

بینھم. اوراگرعلم میں برابرہوں توان میں قرعہ ڈالیں۔ ‘‘ــــ

مختصراً [۵۷۱/۴ ، ۵۷۲ ، ۵۵۰]

غرض عبارتِ ’’حدیقہ‘‘ کو دربارۂ ثبوتِ رویتِ ہلال تینوں مقام پر شہرکےلیے پیش فرمایاہے ، ریاست یا ملک کے لیے نہیں جس کے تحت کئی شہرہوتے ہیں۔

جیسا کہ فیصلۂ مقدماتِ مسلمین کے باب میں حکمِ مذکورِ ’’حدیقہ‘‘ کو ــــ’’ تصریحِ علمائے کرام ‘‘ــــ فرماکر اعلمِ علمائے بلدہی پر پیش کیاہے کہ

بلاد بوجہ استیلائے نامسلمانان از قاضیِ شرع خالی ست۔ درہچومقام عالمِ دین کہ **اعلمِ اہلِ بلد** باشد قاضی ووالیِ شرع میشود۔ فی الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة للعلامة العارف باللّٰہ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی عن الفتاوی العتابیة للامام الاجل ابی نصر احمد بن محمد بن عمر البخاری العتابی المتوفی ۵۸۶ھ اذا خلا الزمان من سلطان الخ ملخصاً

[فتاوی رضویہ ۷/۳۳۳]

یہاں شہرزیرِقبضۂ نامسلمین ہونے کےسبب قاضیِ شرع سے خالی ہیں ، ایسی جگہ عالمِ دین جو تمام اہلِ **شہر** سے زیادہ علم رکھتاہو وہ قاضی ووالیِ شرع ہے۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قُدِّسَ سِرُّہُ الْقُدُسِی [م ۱۱۴۳ھ] فتاوی عتابیہ تصنیف امام اجلّ ابی نصر احمد بن محمد بن عمر بخاری عتابی متوفی ۵۸۶ھ کےحوالہ سےفرماتے ہیں : جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو الخ

یونہی ایک اورمقام پر پیش کیاہے کہ

ـــــ’’ **شہر** کا **عالم** کہ عالمِ دین وفقیہ ہو اور اگر وہاں چندعلماء ہیں تو جو ان سب میں **زیادہ علمِ دین** رکھتاہو وہی حاکمِ شرع و والیِ دینیِ اسلام و قاضی و ذی اختیارِ شرعی ہے۔ مسلمانوں پرواجب ہے کہ اپنے کاموں میں اُس کی طرف رجوع کریں اور اُس کےحکم پرچلیں۔ یتیمانِ بےولی پروصی اُس سےمقررکرائیں ، نابالغانِ بےوصی کا نکاح اُس کی رائے پررکھیں۔ ایسی حالت میں اُس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کےعلاوہ من حیث الحکم بھی واجب [ہے] فی الحدیقة الندیة [۱/۳۵۱ ، ۳۵۲] ......

و قال السمہودی : و ھذا من حیث انعقاد الولایة الخاصة فلا ینافی وجوب طاعة العلماء مطلقا. الخ ‘‘ــــ

[فتاوی رضویہ ۷/۳۲۸ ، ۳۲۹]

علامہ سمہودی نےفرمایا: یہ [عدمِ سلطان کی حالت میں امت پرعلماء کی طرف رجوع اورعلماء کی اتباع واجب ہونا] اس حیثیت سے ہےکہ [عدمِ سلطان کی حالت میں] علماء کے لیے ولایتِ خاصّہ بھی ہوگئی تو یہ وجوب اُس وجوب کےمنافی نہیں کہ علماء کی اتباع تو ہرحال میں واجب ہے خواہ سلطان ہو یا نہ ہو ، ولایتِ خاصّہ علماء کو ہو یا نہ ہو۔

ولہذا ششم میں لازم تر سے تعبیر فرمائی کہ

___'' عدمِ سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدین علمائے اہلسنّت کی طرف رجوع کرنا اور بھی **لازم تر** ہوجاتا ہے ''___ [فتاوی رضویه ۲۰/۶]



الغرض

ارشادِ حدیقۂ ندیه از فتاوی عتابیه کا اپنے مفہوم سے **یہ معنی نہیں** کہ

مقتدائے اقلیم واحد جو بالاتفاق پیشوائے مسلمین ہو اُس کا **اپنے شہر میں** ثبوتِ ہلال کا **اعلانِ حکم** دوسرے شہروں کے لیے کافی ہے ، اس لیے کہ سارے شہر اُس کی حدود اور اُس کے دائرۂ قضاء میں ہیں۔

پھر دربادۂ ثبوتِ رویتِ ہلال

عبارتِ حدیقه کا اپنے مفہوم سے مطلب کیا ہے؟.....

جس طرح سلطانِ اسلام اپنے ملک کے شہروں میں حتی کہ کہیں کہیں دیہات میں بھی قاضی مقرر کرتا اور اس کا اختیار رکھتا تھا ، جو بہ **تبعیتِ سلطان** شہادتِ شرعیہ بانواعِ اربعہ سے ثبوتِ رویتِ ہلال کا حکم دیتے اور اپنے مقامِ اقامت اور قرب وجوار کے سُکّان کے لیے اس حکم کا اعلان کراتے تھے ،

اُسی طرح **بصورتِ اتفاق** مقتدائے اقلیم پیشوائے مسلمین کو دیگر شہروں یا بوجہِ دشواری دیگر شہروں کے قصبوں اور دیہات میں نصبِ قاضی و والیِ شرعی کا اختیار ہو ، جو بہ **تبعیتِ مقتدائے اقلیم** شہادتِ شرعیہ بانواعِ اربعہ سے ثبوتِ رویتِ ہلال کا حکم دیں اور اپنی بستی و اطراف میں اس حکم کا اعلان کرائیں۔

یہ معنی وجہِ صحت رکھتا ہے۔ اور اس پر دلیل خود عبارتِ حدیقہ ہے۔ چنانچہ عبارتِ حدیقہ میں ہے

اِسْتَقَلَّ كُلُّ قُطْرٍ باتباع علمائه ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کی بطورِ استقلال اتباع کریں۔

اِسْتَقَلَّ کا **مقابل** ہے : **تَبْعِیَّت**۔ تو مفہومِ خلاف یہ ہوا کہ اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل نہ ہو تو ہر ضلع کے لوگوں کو اپنے علماء کی اتباع میں **استقلال نہیں** ہوگا ، بلکہ اپنے علماء کی اتباع اپنے واحد مقتدائے اقلیم عالمِ دین کے **تابع ہوکر** کریں گے ، وہ مقتدائے واحد ہر ضلع میں جس ایک ایک عالمِ دین کو قاضی و والیِ شرعی مقرر کردے گا اُسی عالمِ دین کی ضلع کے لوگ اتباع کریں گے۔

یعنی مسلمانوں کو اپنی دینی حاجتوں میں اتباع تو اپنے شہر کے عالمِ دین ہی کی کرنی ہے ، وہ اپنے شرعی معاملات اپنے شہر کے عالمِ دین ہی کے پاس لے جائیں گے ، مگر ایک ہے اس اتباع میں مستقل ہونا ، اور ایک ہے اس اتباع میں تابع ہونا۔

اگر ملک بھر کے مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو اپنے شہر اپنے ضلع کے اعلمِ علماء کی اتباع میں اس ضلع کے مسلمان مستقل ہوں گے۔ اور اتفاق مشکل نہ ہو تو مقتدائے ملک عالمِ دین کے تابع ہوکر عالمِ شہر وضلع کی اتباع کریں گے۔

یہ نہیں کہ ملک بھر کے مسلمانوں کا ایک عالمِ دین پر اتفاق ہوگیا تو اب ملک بھر کے مسلمان اپنے شرعی معاملات اور دینی حاجتیں اور باہمی نزاعات ومقدمات اُسی ایک مقتدائے ملک کے پاس لے جائیں یا وہ ہر شہر وضلع پہنچ کر مقدمات فیصل کرے اور احکام جاری ونافذ کرے۔

تو عبارتِ حدیقہ کو ملک بھر میں مقتدائے واحد کا اعلانِ رویت کافی ہونے سے کیا علاقہ؟.....

اصل مدار رویت ہے

اور رویت **ثابت ہونے** کے **شرع** میں **مخصوص طریقے** ہیں

بدائع الصنائع [۱۲۰/۲] میں ہے

وقت صوم رمضان شهر رمضان لقوله تعالىٰ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط﴾. [پ۲ ایت۱۸۵ البقرة]

رمضان کا روزہ کب ہے؟..... رمضان کے مہینے میں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے .... ’’ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے ‘‘..... [کنز الایمان بہارِ شریعت ۹۰/۵]

مہینہ کی شناخت کیا ہے؟..... **چاند دکھائی دینا** یا پھر مہینہ کی گنتی تیس پوری کرنا۔ بہارِ شریعت [۱۰۵/۵] میں صدرِ عنوان ’’چاند دیکھنے کا بیان‘‘ میں ہے

—’’ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ط [پ۲ ایت۱۸۹ البقرة]

اے محبوب تم سے ہلال کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرمادو وہ لوگوں کے کاموں اور حج کے لیے اوقات ہیں۔ ‘‘—

اور

—’’ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

صوموا لرويته و افطروا ....’’ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو [یعنی روزہ

لـرويته. (۱) فـان غـم عليكم [رکھناختم کرو] اوراگراَبرہو توشعبان کی گنتی تیس پوری کرو ‘‘......
فاکملوا العدّة ثلثین. (۲) [بہارِشریعت ۱۰۵/۵]

روزہاورافطار دونوں کی **بنا حضور** نے **رویت** پر رکھی۔ تو خودرویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت کاثبوتِ شرعی ، اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ مشرق ومغرب کا ہو۔ یہی ظاہرالروایۃ ہے اوریہی صحیح ومعتمد ہے۔ درِمختار وغیرہ میں ہے : یلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت ذلک عندهم بموجب شرعی. ‘‘ــــ

[فتاوی رضویہ ۵۴۶/۴]

ــــ’’ مشرق کی رویت مغرب والوں پر حجت ہے ، وبالعکس ، ہاں دوسری جگہ کی رویت کاثبوت بروجہِ شرعی ہوناچاہیے ‘‘ــــ [فتاوی رضویہ ۵۶۷/۴ ، ۵۶۸]

ثبوتِ شرعی کیاہے؟..... شہادت ، استفاضہ ، علامتِ ظاہرہ اور اکمالِ عدت۔ یہ ــــ’’ دلائلِ ثبوتِ ہلال ‘‘ــــ [ایضاً ۵۵۴/۴] ہیں ، جن کا تفصیل میں شمار سات ہے ، جیساکہ فرمایا

ــــ’’ ثبوتِ رویتِ ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں ‘‘ــــ [ایضاً ۵۴۶/۴]

ــــ’’ **اکمالِ عدت**:- یعنی جب ایک مہینے کے تیس دن پورے ہوجائیں تو [اس کےبعدآنےوالے] **ماہِ متصل** کا **ہلال آپ ہی ثابت** ہوجائےگا ، اگرچہ اس کےلیے رویت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو ، کہ مہینہ تیس سے زائد کا نہ ہونا **یقینی** ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین. اگراُنتیس کو مطلع صاف نہ ہو توتیس کی گنتی پوری کرلو۔

رواه الشیخان عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما ‘‘ــــ [ایضاً ۵۵۴/۴]

شہادت اگرچہ [فی نفسہٖ] موجبِ یقین نہیں ، مگر عندالشرع ثبوتِ کامل ہے۔

ــــ’’ لکونها ثبوتا کاملا عند الشرع ، وان لم تورث الیقین. ‘‘ــــ [جد الممتار طبع المجمع الاسلامی ۱۸۱/۲]

الشارع صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قد نزّل الشهادة بمنزلة الیقین. مختصراً

[فتاوی رضویہ ۵۷۵/۴ ، رد المحتار ۱۰۰/۲]

حضورشارع صلوات اللّٰہ و سلامہ علیہ نے شہادت کو یقین کےمرتبہ میں کردیا۔

اور **استفاضہ** و **علامتِ ظاہرہ** ظاہر باہر دلیلِ ثبوتِ ہلال اور ظاہر باہر طریقِ موجب ہیں۔ ان سب سےرویت کا ثبوت ہوتاہے خواہ براہِ راست یا بالواسطہ۔

چنانچہ (۱) **شہادتِ رویت** [چاند دیکھنےکی گواہی] سے براہِ راست رویت کاثبوت ہوتاہے۔

(۱) رواه البخاری عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه. (۲) رواه البخاری عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه.

② **شهادة علی الشهادة** سے بالواسطہ۔

③ یونہی **شھادت علی القضاء** سے بالواسطہ۔ کیونکہ حاکمِ شرع کی طرف سے حکم وقضا اُس کے حضور گذری ہوئی شہادت سے ہوتا ہے ، اور شہادت رویت کی ہوتی ہے ، تو شہادت علی القضاء سے بالواسطہ رویت ہی ثابت ہوتی ہے۔

امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں

—" اصل یہ ہے کہ **مدارکار حقیقۃً ثبوتِ رویت پر ہے** ، وبس۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ. اخرجہ الشیخان و غیرھما و الحدیث مشھور مستفیض. اور رویت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ کاسمھا مبینۃ. اور شہادت کی حلت رویت سے مربوط اذ لا شھادۃ الا عن شھود. شہادت علی الشہادت و شہادت علی القضاء جو مقبول ہوتی ہیں اُن کی وجہِ قبول یہی ہے کہ وہ مثبتِ شہادتِ معاینہ ہیں۔ اما الاولیٰ فظاھر ، و اما الاخریٰ فانہ لا حکم الا عن شھادۃ ، و مُثبِت المثبِت مُثبِتٌ. "— [فتاوی رضویہ ۵۶۱/۴]

④ **کتاب القاضی الی القاضی** سے بھی بالواسطہ رویت ہی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ کتاب القاضی کیا ہے؟.....

هو نقل الشهادة حقیقةً | وہ حقیقت میں شہادت بھیجنا ہے ، خبرِ شہادت دینا ہے

—" علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعۂ خط خبرِ شہادت دینا صرف قاضیِ شرع سے خاص ، جسے سلطان نے فصلِ مقدمات پر والی فرمایا ہو ، یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں۔ در مختار [رد المحتار ۳۹۸/۴ ، ۳۹۰ ، ۳۹۵] میں ہے

القاضی یکتب الی القاضی ، و ھو نقل الشھادۃ حقیقۃً ، و لایقبل من محکم ، بل من قاض مولی من قبل الامام. ملتقطا.	قاضی دوسرے قاضی کو خط لکھے ، اور یہ حقیقت میں شہادت بھیجنا اور شہادت کی خبر دینا ہے۔ اور حکم کا خط مقبول نہیں ، بلکہ سلطان کے مقرر کردہ قاضی کا ہو۔

فتح [۲۷۷/۷] میں ہے

ھذا النقل بمنزلۃ القضاء و لھذا لا یصح الا من القاضی. "— [ایضاً ۵۲۵/۴]	یہ شہادت بھیجنا شہادت کی خبر دینا حکم وقضاء کے مرتبے میں ہے [اور حکم و قضاء کا حق قاضی وحاکمِ شرع ہی کو ہے] لہذا کتاب القاضی صرف وہ معتبر ہے جو قاضی وحاکمِ شرعی کی طرف سے ہو۔

نیز فرمایا

—" اب یہ قاضی اگر اُس **شہادت** کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر **عمل** کرسکتا ہے "— [ایضاً ۵۵۱/۴]

شہادت پر عمل وہی حکم ہے ، یعنی حکم دے سکتا ہے۔ تو اس بھیجی ہوئی شہادت سے رویت ہی ثابت ہے مگر حاکمِ شرعی کے واسطہ سے جس نے کتاب القاضی لکھا۔

اور عوام کے لیے حکمِ حاکمِ شرعی سے بھی بالواسطہ رویت ہی ثابت ہے۔ کیونکہ یہ حکم براہِ خبرِ شہادت شہادت سے ہے ، اور شہادت رویت کی۔

⑤ **استفاضہ** سے رویت کا یقین ہوتا ہے جبکہ جماعتِ تواتر جماعتِ تواتر سے اُن کی رویت کی ناقل ہو ، [جیسا کہ فتاوائے امام ۵۵۳/۴ میں ہے] تو استفاضہ سے رویت ہی ثابت ہوئی۔

یا استفاضہ سے یقین یا غلبۂ ظن ملتحق بہ یقین ہوتا ہے اس کا کہ فلاں شہر میں فلاں دن چاند دیکھ کر روزہ ہوا یا عید کی گئی ، اور اس سے ظن ہوتا ہے اُس حکم کا جو اُس شہر میں قاضیِ شرع یا عالمِ دین نے دیا ، [جیسا کہ فتاوائے امام ۵۵۲/۴ میں ہے] اور وہ حکم شہادت سے ہے ، اور شہادت رویت کی ، تو بالواسطہ رویت ہی ثابت ہوئی۔

⑥ **علامتِ ظاہرہ سے اعلانِ حکم**:- اس سے بھی بواسطۂ اعلان و حکم رویت ہی ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ امامِ اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اسے

—" **ثبوتِ رویتِ ہلال** کے لیے "**طریقِ ہفتم**" "— [۵۴۶/۴ ، ۵۵۴]

سے تعبیر کیا۔ تو یہ ثبوتِ رویتِ ہلال کے سات طریقِ موجب میں سے ایک ہوا۔ نیز فرمایا

—" علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی حوالیِ شہر کے دیہات والوں کے واسطے **دلائلِ ثبوتِ ہلال سے** گنا "— [۵۵۴/۴]

تو **اعلانِ حکم** بھی ثبوتِ رویتِ ہلال کے لیے ایک دلیلِ شرعی ہوا ، اور چاند کی رویت ثابت ہونے کے سات طریقِ مُوجِب میں ایک طریقہ ہوا ، تو اس سے بھی دائرۂ اعلان کے سامعین و مشاہدین کے نزدیک رویت ہی ثابت ہوتی ہے۔



اعلانِ حکم کا بیان

چنانچہ امامِ اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس کی تقریر میں فرمایا

۔" **طریقِ ہفتم**:- علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی حوالیِ شہر کے دیہات والوں کے واسطے **دلائلِ ثبوتِ ہلال** سے گِنا۔

ظاہر ہے کہ **یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے** کہ اسلامی شہر میں حاکمِ شرع معتمد کے حکم سے اُنتیس کی شام کو توپوں کے فیر صرف بحالتِ ثبوتِ شرعیِ رویتِ ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو۔

ورنہ شہر اگر چہ اسلامی ہو مگر وہاں احکامِ شرعیہ کی قدر نہیں ، احکام جُہّال بے خرد یا نیچری ورافضی وغیرہم بد مذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعدِ شرعیہ معلوم نہ اُن کے اتباع کی پرواہ اپنی رائے ناقص میں جو آیا اُس پر حکم لگادیا توپیں چل گئیں ، تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابلِ لحاظ ہوسکتی ہیں کما لایخفی.

پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں اُن پر عمل اہلِ دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں ، بلکہ عندالتحقیق خاص اُس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں ، کہ حاکمِ شرعی کے حضور شہادتیں گذرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے۔ بحکمِ حاکمِ اسلام اعلانِ عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامتِ معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈوراوغیرہ۔

اقول :- یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا ، حتی کہ اُس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکمِ سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔ عالمگیریہ میں ہے : **خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا. کذا فی الجواهر الاخلاطی.** "— [فتاوی رضویہ ۵۵۴/۴ ، ۵۵۵]

[بقیہ عبارات پہلے گذریں]

الغرض صوم وفطر کا اصل مدار رویتِ ہلال ہے ، اور اعلانِ حکم رویتِ ہلال ثابت ہونے کا ایک طریقِ موجب و دلیلِ شرعی ہے ، تو اسے ہمارے جن فقہائے کرام نے جس طور پر استخراج فرمایا اور مسلّم رکھا اُسی طور کا اعلانِ حکم اس کے تحت آسکتا ہے۔

●

اعلانِ عام کے مقبول و معتبر ہونے کا سِر

اعلانِ عام کے مقبول ومعتبر ہونے کی وجہ ظہور ہے ، جیسے استفاضہ کے مقبول ومعتبر ہونے کی وجہ ظہور ہے۔

ولہذا علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے وجہ میں یہی فرمایا کہ **لانه علامة ظاهرة تفید غلَبة الظن.**

اور امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے شرط میں فرمایا

—" ظاہر ہے کہ **یہاں بھی** وہی شرائط مشروط ہوں گے

[یعنی جیسے استفاضہ میں تھے اعلانِ عام میں بھی ہوں گے]

کہ اسلامی شہر میں حاکمِ شرع معتمد کے حکم سے اُنتیس کی شام کو توپوں کے فیر صرف بحالتِ ثبوتِ شرعیِ رویتِ ہلال **ہوا کرتے ہوں** کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا **اصلاً احتمال نہ ہو** "— [فتاوی رضویہ ۵۵۴/۴]

یہیں سے ظاہر کہ اعلانِ عام میں جو عدالت شرط نہیں اُس کی وجہ یہ نہیں کہ اعلانِ عام طرقِ موجبۂ رویتِ ہلال میں نہیں ، یا بقیہ تمام طرقِ موجبہ سے خفیف ہے ، وہ عدمِ طریقیت یا یہ خفت جالبِ خفتِ شرائط ہوئی ، نہیں۔ **بلکہ** شرطِ عدالت نہ ہونے کی وجہ **ظہور** ہے۔ جیسے جمِ غفیر میں شرطِ عدالت نہیں (۱)

الغرض اعلانِ عام کی وجہِ قبول محض افادۂ غلبۂ ظن نہیں بلکہ علامتِ ظاہرہ ہوکر افادۂ غلبۂ ظن یہ وجہِ قبول ہے۔

ورنہ محض غلبۂ ظن تو ایک ہی عادل کے بیان سے ہوجاتا ہے ، حالانکہ ہلالِ رمضان کے علاوہ ایک کی گواہی کبھی بھی مقبول نہیں۔

تو علامہ شامی کا وجہ میں فرمانا لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن. یہ بے وجہ نہیں ہے۔ اور امام اہلسنّت کا اسے اعلانِ عام اور مشہور و معروف جانی پہچانی علامت سے تعبیر کرنا کہ

—" بحکمِ حاکمِ اسلام **اعلانِ عام** کے لیے ایسی ہی کوئی **علامتِ معہودہ معروفہ** قائم کی جاتی ہے ، جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈورا وغیرہ "— [۵۵۴/۴]

علامتِ معہودہ معروفہ یعنی مشہور و معروف نشانی جسے **پہلے ہی سے لوگ جان رہے ہیں** ، یہ نہیں کہ بعدِ اعلان اپنے مقبولات و مسلّمات یا قرائنِ خارجیہ سے جانیں۔

اور توپ کے فیر کی نسبت یہ فرمانا کہ

—" کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو "— [۵۵۴/۴]

اور منادی کی نسبت یہ فرمانا کہ

---

(۱) ......" مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں تو بحالِ صفائیِ مطلع ایک جماعتِ عظیم چاہیے جو اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبۂ ظن ہوجائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فُسّاق ہوں "...... ملخصاً [فتاوی رضویہ ۵۴۷/۴]

—" جبکہ معلوم ہوکہ بےحکمِ سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا "— [۵۵۴/۴ ، ۵۵۵]

یہ سب بےمعنی نہیں ہیں۔

تو کوئی بھی **اعلانِ حکم وہیں تک اعلانِ عام** و **دلیلِ ثبوتِ ہلال** ہے جہاں تک وہ **علامتِ ظاہرہ ہوکر** مفیدِ غلبۂ ظن ہو ، اُس سے آگے نہیں۔



وہ پرچہ جس سے ۱۳۳۳ھ کی عید کا شہرِ بریلی واطرافِ بریلی میں اعلان کیا گیا [جیسا کہ فتاوائے امام سے یہیں آرہا ہے] جس میں امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی طرف سے تحریر تھا کہ

—" میرے سامنے شہادتیں گذر گئیں کل جمعہ کو عید ہے "— [فتاوی رضویہ ۵۳۲/۴]

اس کے متعلق خود امام نے جو فرمایا کہ

—" بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے لیے چاہا اور اُن کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دوشاہدِ عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا "— [ایضاً]

[یہ مع سوال آگے آرہا ہے]

اس ..... کافی نہ ہونے ..... کی وجہ جو کلامِ امام و علامہ شامی سے ظاہر سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیلی بھیت وہ جگہ نہ تھی جہاں **اعلان علامتِ ظاہرہ ہوکر جاسکے۔**

اعلان کے بارے میں الفاظِ ہردو بزرگ یہ ہیں

—" یلزم **اهلَ القُریٰ** الصوم بسَماعِ المَدافع ، او رویة القنادیل ، من المصر ، لانه **علامةٌ ظاهرة** ، تفید غلَبة الظن الخ

کما یجب العمل بها **اهل المصر** الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود الخ

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی **حوالیِ شہر** کے **دیہات** والوں کے واسطے دلائلِ ثبوتِ ہلال سے گِنا۔

عندالتحقیق خاص **اُس شہر والوں** کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں۔

بحکمِ حاکمِ اسلام **اعلانِ عام** کے لیے ایسی ہی کوئی **علامتِ معہودہ معروفہ** قائم کی جاتی ہے۔ "—

مختصراً [فتاوی رضویہ ۵۵۴/۴ ، ۵۵۵]

اور عملِ امام بھی یہی شہرواطراف میں اعلان کا تھا ، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

__" شبِ جمعہ میں میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت تھی ، کہ دفعۃً مصر سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سنی جنہوں نے وہاں ہلالِ رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا ، وہ بلائے گئے ، اور اُنہوں نے شہادتیں دیں ، اور پوری تنقیح کی گئی ، اور رات کے ایک بجے صبح عید کا حکم دیا گیا ، اور اُسی وقت سے **شہر** و **شہرِ کہنہ** و **اطرافِ شہر** میں **اعلان کیا گیا**۔ "__ [فتاوی رضویہ ۵۶۰/۴]



حدود کے اندر اعلان ظاہر باہر اعلانِ عام و علامتِ معہودہ معروفہ اس لیے ہے کہ حدود کے سُکّان اپنے قاضی یا عالمِ دین کی طرف رجوع رکھتے ہیں وہ ظاہر باہر طور پر یہ جانتے ہیں اور ان کے لیے یہ ایک جانی پہچانی بات ہوتی ہے کہ حدودِ ھٰذا میں ہمارے قاضی یا عالمِ دین کے حوالہ سے ثبوتِ رویتِ ہلال کا اعلان عادۃً ہمارے قاضی یا عالمِ دین کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔

حدود سے آگے دوسرے شہر اور اُس کے اطراف کے ساکنین پر یہ ظاہر نہیں ہوتا ، بلکہ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے ، وہ یہ کہ اُن کے شہرواطراف میں اُن کے قاضی یا عالمِ دین کی طرف منسوب اعلان اُن کے قاضی وعالمِ دین کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس لیے یہ اعلان حدودِ دیگر تک متجاوز نہیں ہوگا۔ یعنی اس لیے کہ وہاں کے لیے اعلانِ عام بہ علامتِ ظاہرہ معروفہ معہودہ نہیں رہے گا۔

سلطانِ اسلام جس شہر میں ہو وہاں لوگوں کو جو بات ظاہر باہر طور پر معلوم ہے وہ یہ کہ بےحکمِ سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔

مگر سلطان کے ماتحت **دیگر بلاد** میں لوگوں پر ظاہر باہر یہ ہے کہ حکمِ صوم وفطر بہ نیابتِ سلطان قاضی کی طرف سے ہوگا ، یوں دیگر بلاد کے لیے علامتِ معہودہ معروفہ من جانبِ قاضی ہی ہے۔

آخر اشخاصِ مسلمین کے وہ فیصلے جو قضاۃِ سلطان کرتے وہ ولایتِ سلطان ہی سے تو ناشی تھے کہ

__" قضاء ولایتِ مستقلہ نہیں ، بلکہ ولایتِ مقلِّد سے مستفاد "__ [فتاوی رضویہ ۵۰۱/۷]

مگر ہوتے قاضی کی طرف سے تھے۔

نیز یہ قید لگانا کہ

__" پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں "__ [۵۵۴/۴]

یہ بتاتا ہے کہ ہر جگہ کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد نہیں۔ اب اپنے شہر کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں ...... یعنی

احکام وحکام کی دوامی پابندی سے ہوں ...... تو یہ تو عام مسلمانانِ شہر پر ظاہر وروشن ہوگا۔

مگر دوسرے شہر کی تو ہیں ...... احکام وحکام کی دوامی پابندی سے ہیں ...... یہ اُس شہرِ فیر کے علاوہ دیگر شہر کے عام باشندوں پر کیونکر ظاہر وروشن ہوگا؟...... اور وہ بھی اس افلاسِ علمِ دین و ندرتِ اخلاص وخشیت اور وفورِ سرکشی وجرأت کے دور میں؟......

تو ظہورِ اعلانِ حکم کہ یہاں وہی مایۂ طریقِ موجب و دلیلِ ثبوتِ ہلال ہے **یوں** ہر ایک مقتدائے مسلمین کے براہِ راست دائرۂ حدود سے ایسا مربوط ہے کہ آگے اُسے تجاوز نہیں۔



اور خط دربارۂ ثبوتِ ہلال میں **اگر**ـــ سلطانِ اسلام اپنی مملکت کے دوسرے شہروں میں ثبوتِ رویتِ ہلال کا اپنا حکم نافذ کرنے میں اُن شہروں کے قضاۃ کو واسطہ بنانے ہی کا پابند ہو یعنی اس کے سوا اُس کے لیے کوئی راستہ نہ ہو تو اس میں کوئی استبعاد نہیں اور یہ اُس کی ولایت واختیارِ عام کے کچھ منافی نہیں ، وہ مختارِ مطلق العنان نہیں ، اتنا ہی اختیار رکھتا ہے جتنا شرع نے دیا۔

ــــ " ولایتِ شرعیہ دینیہ حقیقۃً اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ پھر اُس کی عطاء سے اُس کے رسولِ اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ، وبس۔ پھر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریح و تفویض وانابت سے اُسے ہے جسے اُنہوں نے جتنی بات میں اپنی ولایتِ اصلیہ سے اختیارِ ظلّی عطاء فرمایا ، ماذونِ مطلق کو مطلق ، اور ماذونِ امرِ خاص کو اُس امرِ خاص میں۔ "ــــ

مختصراً [فتاوی رضویہ ۷/۴۹۳]

جمعہ قائم کرنے کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہے

الثانی (السلطان او ماموره باقامتها). [در مختار علی هامش رد المحتار ۱/۵۹۱]	صحتِ جمعہ کی دوسری شرط ہے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب جسے سلطان نے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

اور اس اختیار میں سلطانِ اسلام عام مسلمانوں کا محتاج ہے۔ چنانچہ

السابع (الاذن العام فلو دخل امیر حصناً) او قصره (و اغلق بابه) و صلی باصحابه (لم تنعقد) و لو فتحه و اذن للناس	ساتویں شرط اذنِ عام ہے۔ لہٰذا سلطان نے اگر اپنے قلعہ یا محل میں دروازہ بند کر کے اپنے مصاحبین کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جمعہ نہیں ہوگا ، اور اگر دروازہ کھول دیا اور

ـــ "**اگر**" تنزلاً ہے۔ اس لیے کہ ثبوتِ رویتِ ہلال میں خطِّ سلطان کے لیے بھی سبیل نقلِ شہادت ہے ، نقلِ حکم نہیں ، جیسا کہ قاضی وعالمِ دین کے لیے بصورتِ کتاب القاضی یہی سبیل ہے۔ [اس کا بیان آرہا ہے]

بالدخول جاز.

لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی تو ہو جائے گا۔

فالامام فی دینه و دنیاه الی العامّة محتاج.

معلوم ہوا سلطان اپنے دین اور اپنی دنیا میں عام مسلمانوں کا محتاج ہے۔

فسبحان من تنزّہ عن الاحتیاج.

تو پاکی ہے اُسے جو محتاجی سے پاک و برتر ہے۔

[الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱/۲۰۱]

جب سلطان کے لیے عام مسلمانوں کا محتاج ہونا تک ثابت ہے تو خط دربارۂ ثبوتِ ہلال میں اپنے قاضی کا محتاج ہونے میں کیا استبعاد؟......

●

یقینِ شرعی

شہادت کو شرع نے یقین کا مرتبہ دیا ہے۔ طرقِ موجبہ میں شہادتِ رویت سے لے کر کتاب القاضی تک سب شہادت ہیں۔ اور اکمالِ عدت خود شرع سے یعنی بزبانِ اقدسِ حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقِ یقینی ہے۔ رہ گئے استفاضۂ و اعلانِ عام تو ان میں ظہور ہے۔

یہ سات طریقے حجتِ شرعی ہیں لہٰذا ان سے حاصل یقین یقینِ شرعی ہے۔ امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ اس گوہرِ بحرِ شرع پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

—" یقین دو طرح کا ہوتا ہے ایک شرعی کہ طریقۂ شرع سے حاصل ہو ، دوسرا عرفی کہ باوجود عدمِ طریقۂ شرعی صرف اپنے مقبولات و مسلّمات یا تجربیات و مشہورات اور قرائنِ خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ ناواقف لوگ مُدرَکِ عرفی و شرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی و وافی و دلیلِ شرعی گمان کرتے ہیں۔ "— [۵۸۳/۴]

تو وہ طریق جس میں افادۂ غلبۂ ظن ہو مگر ثبوتِ رویت کے سات طرقِ موجبہ میں سے کسی کے تحت وہ مندرج نہ ہو وہ طریقِ یقینِ عرفی ہے ، طریقِ یقینِ شرعی نہیں۔

مکاتباتِ ناس فیما بینهم : لوگوں کی باہمی خط و کتابت میں یہ اطمینان کہ خط فلاں کا ہے فلاں نے یہ لکھا ہے یہ ......" اکبرِ رائے و غلبۂ ظن "...... [فتاوی رضویه ۲۶۵/۵] و ......" یقینِ عرفی "...... [ایضاً ۵۸۳/۴] ہے۔

یہ ......" ظاہر باہر کھلی جانی پہچانی علامتِ معہودہ معروفہ "...... [ایضاً ۵۵۴/۴] نہیں جس میں خلاف کا ......" اصلاً احتمال نہ ہو "...... [ایضاً]

یونہی فون فیکس وغیرہ کا غلبۂ ظن ہے جس سے پورے ملک کے لیے کیے گئے حکمِ روزۂ و عید کے اعلان کی صحت کو جانچا پرکھا جائے اس جانچ پرکھ سے وہ اعلان اُس اعلانِ عام میں ...... جو علامتِ ظاہرہ ہو کر مفیدِ

غلبۂ ظن ہو اور ثبوتِ رویتِ ہلال کی دلیلِ شرعی و طریقِ موجب بنے .... شمار نہیں ہوگا۔

کیونکہ **علامتِ ظاہرہ** معہودہ معروفہ وہ ہے جسے لوگ **پہلے ہی سے جان رہے ہوں** پہلے ہی سے وہ لوگوں پر روشن ہو ، یہ نہیں کہ ہوگذرنے کے بعد اپنے مقبولات ومسلّمات یا قرائنِ خارجیہ سے اُس کا مفیدِ غلبۂ ظن ہونا جانیں ، کہ یہ اطمینان وغلبۂ ظن وہی یقینِ عرفی ہوگا ، یقینِ شرعی نہیں۔



چنانچہ **اعلانِ حکم** کے **دلیلِ ثبوتِ ہلال** ہونے کے لیے امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اعلانِ حکم میں استفاضہ کی طرح جو شرط افادہ فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

......'' شہر اسلامی ہو احکام وحُکّام کی پابندی وہاں دوامی ہو '' ......

یہ شرط صاف بتاتی ہے کہ ایسا ہونا عام لوگوں کو پہلے سے معلوم ہوگا ، عام لوگوں پر پہلے سے کھلا ہوگا ، عام لوگوں میں مشہور ومعروف ہوگا ، اور اس وجہ سے توپ کے فیر یا قندیل کی روشنی یا منادی کی نداء عام لوگوں کے لیے ثبوتِ ہلال کی دلیل ہوگی۔

یہ نہیں کہ فیر سننے روشنی دیکھنے یا منادی کو سماعت کرنے کے بعد لوگ اپنے مقبولات ومسلّمات سے یہ تحقیق کریں کہ شہر اسلامی ہے یا نہیں احکام وحکام کی پابندی یہاں دوامی ہے یا نہیں پھر بعد تحقیقِ مثبَت فیر روشنی یا منادی سے ثبوتِ رویتِ ہلال کا یقین کریں ، نہیں ، کیونکہ یہ ظاہر باہر مشہور ومعروف علامت نہیں۔



عبارتِ عالمگیری

ذکر فی کتاب الاقضیة : ان کتب الخلیفة الی قضاته ، اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده ، بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی ، لا یقبل الا بالشرائط التی ذکرناها. و اما کتابه انه ولّی فلانا او عزَل فلانا ، فیقبل عنه بدون تلک الشرائط ، ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قلبه انه حق و یمضی علیه ، و هو نظیر سائر کتاب الرعایا بشیٔ من المعاملات ، فانه یقبل بدون تلک الشرائط و یعمل به المکتوب الیه ، اذا وقع فی قلبه انه حق ، کذا هنا . [الفتاوی الهندیة ۳/۳۹٦]

اس عبارتِ عالمگیری میں سلطانِ اسلام کے خط دو طرح کے کہے۔

ایک وہ خط جس میں سلطان نے اپنا حکم یعنی اپنا فیصلہ لکھا وہ فیصلہ جو اپنے سامنے شاہدین کی گذاری ہوئی شہادت سے سلطان نے دیا تھا۔ دوسرا وہ خط جو کسی کی تقرری یا معزولی کے بارے میں لکھا۔

اول کو فرمایا کہ وہ بمنزلۂ کتاب القاضی ہے بے شرائطِ کتاب القاضی مقبول نہیں۔ اور بمنزلۃ اس لیے فرمایا کہ وہ خط حقیقت میں کتاب الخلیفۃ ہے ، قاضی کا نہیں بلکہ اُس کا ہے جو قاضی کو قاضی بناتا اور شرعاً اس کا اختیار رکھتا ہے۔

اور بمنزلۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس خط کے احکام وہی ہیں جو کتاب القاضی کے ہیں۔ اور اُنہی احکام کی یعنی بمنزلۃ کی تفسیر ہے : لا یقبل الخ : یعنی وہ خطِ خلیفہ بے شرائطِ کتاب القاضی مقبول نہیں۔

اور ثانی کا حکم یہ کہ وہ خط ...... '' مکاتباتِ ناس فیما بینھم '' ...... [۴/۵۳۳] عام لوگوں کی معاملات میں آپسی خط وکتابت کی طرح ہے۔ اوراس میں عام لوگوں کو ...... '' غلبۂ ظن '' ...... ہوتا ہے

جیسا کہ فتاوائے امام اہلسنّت [۵/۵۶۵] میں ہے ، اور سند میں امام نے عبارتِ خانیہ کے بعد یہی عبارتِ عالمگیری پیش فرمائی ہے۔

نیز یہ غلبۂ ظن وہ ہے جو —'' صرف اپنے مقبولات ومسلّمات یا تجربیات ومشہورات اور قرائنِ خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ''— [فتاوی رضویہ ۴/۳۸۳] کے تحت آتا ، اور ...... '' یقینِ عرفی '' ...... [ایضاً] میں مندرج ہے۔

خطِّ سلطانی برائے اعلان سے کشفِ حجاب

امرِ ہلال میں اعلان حکمِ ثبوتِ رویت یا حکمِ صوم وفطر کا ہوتا ہے ، جیسے پرچۂ اعلانِ امام میں ہے

—'' میرے سامنے شہادتیں گذر گئیں ، کل جمعہ کو عید ہے ''— [فتاوی رضویہ ۴/۵۳۲]

بالفرض ایسا ہو کہ سلطان ثبوتِ رویتِ ہلال یا لزومِ صوم وفطر کا حکم لکھے اور اعلان کے لیے اپنے آدمی کو سونپ کر دوسرے شہر بھیجے یا زبانی ہی اُسے کہلا بھیجے تو وہ دوسرے شہر والوں کے لیے مکاتباتِ ناس فیما بینھم کی طرح ہوگا۔

لہذا ثبوتِ رویتِ ہلال کے سات طریقے شہادتِ رویت سے لے کر اعلانِ عام تک کسی میں بھی مندرج نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ سات طریقے وہ ہیں جن سے یقینِ شرعی ہوتا ہے ، اور مکاتباتِ ناس فیما بینھم سے یقینِ عرفی ، تو وہ خط یا قاصدِ سلطانی رویتِ ہلال کے طریقِ موجب میں کیونکر شمار ہو سکے گا؟......

ورنہ عادل مسلمانانِ اہلسنّت کی ایک جماعت جو دوسرے شہر کی رویت کی خبر دے بلکہ گواہی دے بلکہ وہاں کے لوگوں سے سن کر قاضی کے حکم کی شہادت دے تو یہ بدرجۂ اولیٰ مقبول ہونا چاہیے؟......

کیونکہ ایک جماعتِ عادلین کی گواہی میں سلطان کے بذریعۂ قاصد بھیجے ہوئے بیان وخطِ حکم وفیصلہ سے

بلکہ خود تنہا سلطان کی گواہی سے بھی کہیں زیادہ وثوق و غلبۂ ظن واطمینان ہے۔ حالانکہ یہ مقبول نہیں۔

—" ایک جماعتِ ثقاتِ عدول یوں گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہرگز نہ مانیں گے ، یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گنہگار ہوگا ، کہ یہ نہ شہادتِ رویت ہے نہ شہادت علی الشہادۃ نہ شہادت علی القضاء ، بلکہ مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں۔ فتح القدیر [۳۱۴/۲] و فتاوی عالمگیری [۱۹۹/۱] میں ہے

انما یلزم الصوم متأخری الرؤیة اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب ، حتی لو شهِد جماعة ان اهل بلد کذا رأوا هلال رمضان قبلکم بیوم ، فصاموا ، و هذا الیوم ثلاثون بحسابهم ، و لم یر هؤلاء الهلال ، لا یباح فطر غد ، و لا ترک التراویح فی هذه اللیلة ، لانهم لم یشهَدوا بالرویة و لا علی شهادة غیرهم ، و انما حکوا رویة غیرهم. "— [فتاوی رضویه ۵۶۱/۴]

حضرت بحرالعلوم مفتی سید محمد افضل حسین عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَانُ فرماتے ہیں

—" ایک نہیں چند ، وہ بھی کیسے؟...... عدول ، آکر خبر دیں بلکہ شہادت دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا بلکہ یہ بھی شہادت دیں کہ فلاں شہر میں لوگوں نے چاند دیکھا اور قاضیِ شہر نے وہاں کے لوگوں سے روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم کیا ہے ، ثبوتِ ہلال کے لیے شرعاً کافی نہیں "— [منظر الفتاوی ص۱۲]

اور امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں

—" یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا صحیح نہیں ، یقین وہ ہے جو حجتِ شرعیہ سے ناشی ہو ، یوں تو ایک جماعتِ ثقاتِ عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار وخطوط کی اوہام وضبط سے کیا کم تھی؟..... انصاف کیجیے تو بدرجہا زائد تھی پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی؟..... **کما مر نقله عن الهندیة و الفتح و نحوه فی البحر الرائق و الدر المختار و المجمع الانهر و غیرها من الاسفار.** "—

[فتاوی رضویه ۵۶۲/۴]

وجہِ قبولِ استفاضہ

دربارۂ استفاضہ کلماتِ فقہائے کرام علیہم الرحمة و الرضوان سے ظاہر یہ ہے کہ استفاضہ کی وجہِ قبول ظہور ہے۔

علامہ شامی نے فرمایا

بخلاف الاستفاضه فانها تفيد اليقين. و هي اقوى من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال و صاموا. مختصراً [رد المحتار ۲/۱۰۲]	بخلاف استفاضہ کے کہ اس سے یقین ہوتا ہے استفاضہ اس شہادت سے ...... کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ...... قوی تر ہے۔

اور امام اہلسنّت نے فرمایا

بخلاف ما اذا ثبت صومهم بالاستفاضة ، فانها تورث العلم فيكون الحكم مظنونا ، لثبوت مَظِنَّتِه قطعًا. [جد الممتار طبع المجمع الاسلامی ۲/۱۸۱]	بخلاف اس صورت کے کہ فلاں شہر والوں کا [فلاں دن سے] روزہ رکھنا استفاضہ سے ثابت ہو کیونکہ اس استفاضہ سے [اُس شہر والوں کے فلاں دن سے روزہ رکھنے کا] **علم یقینی** ہوتا ہے ، تو حکمِ حاکم کا غلبۂ ظن ہوگا اس لیے کہ منشأ گمانِ حکم [یعنی جس چیز سے حکمِ حاکم ہونے کا گمان پیدا ہے اُس چیز کا] ثبوت **قطعی یقینی** ہے [یعنی روزہ کا کہ خبرِ تواتر سے ثابت ہے]

یہاں العلم بمعنی یقین ہے ، کہ مظنوناً کا مقابل ہے ، نیز استفاضہ سے علم جس کا ہوا وہ ہے روزہ ، اور روزہ ہی مَظِنَّۂ حکم ہے ، اور مَظِنَّۂ حکم کو فرمایا ثابتِ قطعی [لِثُبُوتِ مَظِنَّتِہٖ قَطْعًا] ، تو یہ بھی قرینہ ہے کہ العلم بمعنی یقین ہے۔

اور یقین مقابلِ ظن جو کہ کلامی ہے نہ شہادتِ عدل وعدلین سے ہوتا ہے نہ شہادتِ جمِّ غفیر سے ، بلکہ تواتر سے ہوتا ہے ، تو یہ استفاضہ تواتر ہوا۔ اور تواتر بدیہیات سے ہے **تو استفاضہ میں ظہور ہوا۔**

اور تواتر میں مخبرین کی تعداد متعین نہیں۔ علامہ بدرالدین محمد معروف بہ ابن الغرس عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ وَ الرِّضْوَان اپنی شرحِ شرحِ عقائد نسفی میں فرماتے ہیں

ضابطۂ وقوع العلم بمضمون خبرهم بلاشبهة ، و لا يلتفت في ذلك عند المحققين الى عدد معين ، فان ذلك مما يختلف بحسب الوقائع ، فالضابط حصول اليقين فاذاحصَل فقد تم العدد. [غر ص۶۱]	تواتر کا ضابطہ یہ ہے کہ خبرِ مخبرین کے مضمون کا یقین ہوجائے اور شک وشبہ نہ رہ جائے۔ اس بارے میں محققین کے نزدیک کوئی ایک متعین تعداد کا لحاظ نہیں ہے ، کیونکہ یہ تعداد تو جیسا واقعہ ہوگا اُسی کے حساب سے کم زیادہ ہوگی۔ تو ضابطہ حصولِ یقین ہے ، یقین ہوگیا تو تعداد پوری ہوگئی۔

تو دربارۂ استفاضہ قولِ فقہاء ''جماعاتِ متعددہ'' کی لغت کی رو سے تعداد پوری ہوجانا کیا نفع دے سکتا ہے؟..... یعنی اگر تین تین پر مشتمل تین گروہ آئیں یا رویت وصومِ شہرِ دیگر بیان کریں تو ان پر وہ جماعاتِ

متعددہ جو فقہاء نے بیانِ استفاضہ میں فرمایا لغۃً صادق آجانے سے استفاضہ وتواترِ شرعی نہیں ہوجائے گا۔

ورنہ ـــ" ایک جماعتِ ثقاتِ عدول الخ **لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان** الخ "ـــ [فتاوی رضویہ ۵۶۱/۴ ، فتح القدیر ، فتاوی عالمگیری]

یہ "**ایک جماعت**" نو بلکہ نو سے کئی گنا زائد افراد پر مشتمل گروہ پر لغۃً صادق آنے سے کچھ مانع نہیں ، اور پھر تصریح ہے کہ اس جماعت کی شہادت ـــ" ہرگز نہ مانیں گے ، **لا يباح فطر غدٍ** "ـــ [ایضاً]

تو کیا یہ کہا جائے گا کہ یہ نو یا نو سے زائد کی جماعت تین حصوں میں بٹ کر آئے تو استفاضہ ہے اور بہ یک وفد آئے تو استفاضہ نہیں؟......

چاند نظر آنا شہر کا واقعہ ہے جس میں سیکڑوں ہزاروں لوگ ہیں اور بیان کریں صرف نو آدمی ، اسے تواتر سے کیا علاقہ؟......

جن سے متعلق اور جہاں کا واقعہ ہے وہاں کے اُن عام لوگوں کا یک زبان متفق اللسان بیان یہ تواتر ہے۔ ولہذا امامِ عالی نظر نے فرمایا

ـــ" وہاں سے لوگ گروہ در گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکمِ شرع کا حکم بیان کریں "ـــ

[فتاوی رضویہ ۵۳۴/۴]

اور اگر استفاضہ سے یقین نہ ہو بلکہ غلبۂ ظن ہو جیسا کہ اس تنویع سے ظاہر ہے کہ

ـــ" اس مستفیض خبر سے **بالیقین** یا بہ **غلبۂ ظن** ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا "ـــ [فتاوی رضویہ ۵۵۲/۴]

نیز علامہ شامی نے فرمایا ہے

هذه الاستفاضة لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر. [رد المحتار ۱۰۲/۲ ، فتاوی رضویہ ۵۵۳/۴]

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر. [فتاوی رضویہ ۵۵۳/۴]

تو بھی مخبرین تو حدِّ تواتر کے درکار ہیں۔ کیونکہ

ـــ" بالاتفاق یک زبان **كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة** "ـــ [ایضاً ۵۵۲/۴ ، ۵۵۳ ردالمحتار ۱۰۲/۲] یہ ظاہراً جماعتِ تواتر پر صادق ہے۔

کیونکہ جہاں یہ فرمایا ہے کہ

ـــ" متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی "ـــ [ایضاً ۵۵۲/۴]

وہیں اسی متعدد جماعات اور یک زبان کی تعبیر میں یہ فرمایا ہے کہ

—" دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورثِ یقینِ شرعی تھا۔ ظاہراً اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکمِ شرع کا ہونا ضرور نہیں ، کہ رویت فی نفسہا حجتِ شرعیہ ہے

لقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ((صوموا لرویته و افطروا لرویته)).

جب جماعتِ تواتر جماعتِ تواتر سے ان کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی۔ کہ اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقویٰ ہے۔ کہ شہادت پر خلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے ، اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع "— [ایضاً ۴/۵۵۳]

اور یہاں تواتر کی تصریح ہے تو جماعاتِ کثیرہ یا متعددہ کی بالاتفاق خبر اور یک زبان بیان یہ مبنائے تواتر ہے۔

اور اگر مخبرینِ استفاضہ مخبرینِ تواتر نہیں تو جمِّ غفیر و جماعتِ عظیم سے نازل تر تو ہرگز نہیں۔ اور دو چار کی شہادت جمِّ غفیر کی نہیں

—" مذہبِ مشہور و مختارِ متون و مصحَّحِ کبارِ ائمہ پر بحالتِ صفائیِ مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا ، جمعِ عظیم چاہیے "— مختصراً [فتاوی رضویه ۴/۵۴۷]

—" بحالِ صفائیِ مطلع ایک جماعتِ عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبۂ ظن حاصل ہوجائے کہ ضرور چاند ہوا "— مختصراً [ایضاً ۴/۵۴۷]

نیز

لان التفرد من بین الجم الغفیر بالرؤیة مع توجههم طالبین لما توجه هو الیه مع فرض عدم المانع ظاهر فی غلَطه. بحر	اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطاء میں ظاہر ہے۔ ایسا ہی بحر رائق میں ہے ۔

اس سے واضح کہ جمِّ غفیر وہ جائے واقعہ کی بڑی تعداد ہے اور اُس کے مقابل قلیل تعداد ہوتی ہے۔ تو استفاضہ میں بھی تو صرف جماعات نہیں ہے کہ لغۃً اقلِ عدد تین کی کفایت کا گمان ہو بلکہ

—" جماعاتِ کثیرہ ، جماعاتِ متعددہ ، گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں "—

[فتاوی رضویہ ۴/۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۸ ، ۵۶۲ ، ۵۳۹] ہے

تو بمعونتِ لغت اقلِّ تعداد کے گمانِ کفایت کو کیا گنجائش ہے؟....

الحـاصل استفاضہ سے رویتِ شہرِ دیگر کا یقین یا حکمِ حاکمِ معتمدِ شہرِ دیگر کا غلبۂ ظن یا یقین ہوتا ہے اور بہرحال اس کا مبنا ظہور ہے ولہذا یہ شہادت عدل وعدلین سے اوپر ہے جیسا کہ ایک جماعتِ ثقاتِ عدول کی خبر سے کافی بلند ہے۔



امام ابنِ ماجشون مالکی کے قول منقول در **فتح الباری** [۱/۵٫۱] کو ...... **خلیفۃ المسلمین کا اعلان پورے ملک میں کافی ہونے** ...... سے کوئی تعلق نہیں۔

وہ دربارۂ ثبوتِ ہلال اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ ایک شہر میں قاضی کے سامنے گذری شہادتِ رویت کو دوسرے شہر میں اگر وہ شہادت گذاری جائے تو ناکافی جانتے ہیں۔ کیوں؟..... اس لیے کہ مطلعِ ہلال مختلف ہوگیا۔

چنانچہ **علامہ ابنِ حجر عسقلانی** نے مالکیہ کا مذہبِ مشہور تو وہی بتایا کہ ...... **ایک جگہ کی رویت پورے عالم کے لیے کافی ہے** ، [یعنی جبکہ طریقِ موجبِ شرعی سے پہنچے] ...... **پھر اس کے برخلاف اقوال میں** کہا

لـكن حـكـى ابـن عبـد البـر الاجماع على خلافه ، و قال : اجـمـعـوا عـلـى انـه لا تراعى الـروية فيـمـا بـعُـد من البلاد كخراسان و الاندلس.

لیکن امام ابنِ عبد البر نے اس کے خلاف پر [ائمۂ مالکیہ کا] اجماع نقل کیا اور کہا ” ائمۂ مالکیہ کا اجماع ہے کہ دور دراز شہروں میں ایک دوسرے کی رویت کا لحاظ نہ ہوگا ، جیسے خراسان اور اندلس“

[یہ **مسافتِ بعیدہ** میں **اختلافِ مطالع معتبر** ماننا ہوا]

قـال الـقـرطـبـي : قد قال شيوخنا اذا كانت روية الهلال ظـاهرة قاطعة بموضع ، ثم نقل الى غيرهم بشهادة اثنين لزمهم الصوم.

امام قرطبی نے کہا ”ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ : ایک جگہ رویتِ ہلال ظاہر ویقینی طور سے ہوئی پھر دو گواہوں کی شہادت سے دوسری جگہ پہنچی تو وہاں کے لوگوں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ “

[یہ **ظاہر ویقینی رویت** ہونے کی صورت میں **اختلافِ مطالع** کا **اعتبار نہ کرنا** ہوا]

و قـال ابـن الماجشون : لا يـلـزمهـم بالشهادة الا لاهل البلد الذى ثبتت فيه الشهادة.

اور ابـنِ مـاجشـون کہتے ہیں ” [رویت اگر شہادت سے ثابت ہوئی تو] وہ شہادت جہاں کی ہے شاہدین نے جہاں ہلال دیکھا ہے صرف وہیں کے لوگوں کو اُس شہادت سے روزہ رکھنا لازم ہوگا ، اُس شہادت سے دوسری جگہ کے لوگوں پر روزہ لازم نہ ہوگا۔

الا ان يثبُــت عـنـد الامـام الاعـظـم فيـلـزم الناس كلهم ، لان البـلاد فـي حـقــه كـالبلد الـواحـد ، اذ حـكـمه نافذ في الجميع.

[فتح البارى ۲۰۱/۵]

[یہ اپنے **عموم** و **اطلاق** سے قریب وبعید **ہرمسافت** میں **اختلافِ مطالع ماننا** ہوا]

ہاں یہ شہادت خلیفۃ المسلمین کے سامنے گذری تو سارے لوگوں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا کیونکہ مملکت کے تمام بلاد [تمام شہر] خلیفہ کی بہ نسبت بلدِ واحد [ایک شہر] کی طرح ہیں ، کیونکہ وہ سب خلیفہ کے زیرِ حکم ہیں سب میں خلیفہ کا حکم نافذ ہے''۔

یہ تمام شہر ہائے مملکت کو خلیفہ کے حق میں شہرِ واحد کی طرح ٹھہرانا بھی اسی طرف مشیر ہے کہ وہ اختلافِ مطالع معتبر مانتے ہیں۔ ورنہ شہادت تو وہ بھی ہے جو خلیفہ کے سامنے نہیں گذری اور ایک شہر سے دوسرے شہر کو پہنچی ، اوروہ بھی وہی شہادت ہے جو خلیفہ کے سامنے گذرکر دوسرے شہر کو پہنچی۔ اول ان کے نزدیک نامقبول ہے ، بوجہِ اختلافِ مطالع۔ تو دوسری مقبول کیسے ہوگئی؟...... ایک عارض سے ، وہ یہ کہ بلادِ مملکت حقیقت میں تو کئی ہیں اور ان کے مطالعِ ہلال مختلف ہیں مگر سب خلیفہ کے زیرِ حکم ہونے سے خلیفہ کی بہ نسبت شہرِ واحد کی طرح ہیں تو گویا ان تمام کے مطالع بھی مختلف نہ ہوئے۔ تو اب شہادت جس شہرِ مملکت میں پہنچے گویا مطلعِ واحد ہی میں ہے۔

اس سے صاف بیان امام قرطبی کی ''مفھم'' میں یہ ہے

و قـال شيـوخـنـا : اذا كانت روية الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ، ثم نقل الى غيرهم بشهادة شاهدين ، لزمهم الصوم. و قال عبد الملک : اما ثبوته بالشهادة فلا يلزم فيها الصوم ، الا لاهل البلد الذى ثبتت فيه الشهادة ، الا ان يثبـت عـنـد الامـام الاعظم ، فيلزم الناس كلهم الصيام. و علل هذا : بان البلاد كلها كبلد واحد ، اذ حكمه نافذ في الجميع. [المفهم امام قرطبی كتاب الصوم ، باب : لاهل كل بلدٍ رويتهم عند التباعد]

...... یعنی ایک شہر کی رویتِ مستفیضہ دوشاہدوں سے دوسرے شہر کو پہنچی تو روزہ لازم۔ اور ایک شہر کی شہادتِ رویت دوسرے شہر کو پہنچی تو روزہ لازم نہیں۔

مگر یہ شہادت خلیفہ کے سامنے گذری ہے تو جہاں پہنچے سب جگہ روزہ لازم ...... اور اس کی جو علت علامہ عسقلانی نے امام ابنِ ماجشون سے نقل کی کہ ...... سارے شہر خلیفہ کے حق میں شہرِ واحد کی طرح ہیں ...... یہ اسی طرف مشیر ہے کہ وہ اختلافِ مطالع معتبر مانتے ہیں ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کے لیے ناکافی جانتے ہیں [جیسا کہ اوپر ابھی گذرا]

ولہذا مفھم میں امام قرطبی ان کا قول اُس باب میں لائے ہیں جس کا عنوان امام قرطبی نے دیا ہے

باب لاهل کل بلد رویتهم عند التباعد : دوردراز شہروں میں ہرایک شہر کی رویت خاص اُسی شہروالوں کے لیے حجت ہے۔

اور اس سے بھی صاف بدایة ابنِ رشد میں ہے کہ

و اذا قلنا ان الروية تثبت بالخبر فی حق من لم يره ، فهل يتعدى ذلک من بلد الى بلد اعنى هل يجب على اهل بلدما اذا لم يروه ان يأخذوا فی ذلک برویة بلد آخر ام لکل بلد روية ، فيه خلاف.

فاما مالک فان ابن القاسم و المصريين رووا عنه انه اذا ثبت عند اهل بلد ان اهل بلد آخر رأوا الهلال ان عليهم قضاء ذلک اليوم الذی افطروه و صامه غيرهم.

و به قال الشافعی و احمد.

و روى المدنيون عن مالک ان الروية لا تلزم بالخبر عند غير اهل البلد الذی وقعت فيه الروية ، الا ان يکون الامام يحمِل الناس على ذلک ،

و به قال ابن الماجشون و المغيرة من اصحاب مالک ، و اجمعوا على انه لا يراعى ذلک فی البُلدان النائية کالاندلس و الحجاز.

و **السبب** فی هذا الخلاف تعارض الاثَر و النظَر ، اما النظر فهو ان البلاد اذا لم تختلف مطالعها کل الاختلاف

جب ہم نے یہ مانا کہ جس نے ہلال نہ دیکھا اُس کے حق میں رویتِ ہلال خبر سے ثابت ہوجائے گی تو کیا یہ ثبوتِ رویت ایک شہر سے دوسرے شہر کو بڑھے گا؟...... میرا مطلب ہے کہ کسی بھی شہر والے جبکہ انہیں ہلال دکھائی نہ دیا تو کیا اُن پر واجب ہے کہ ثبوتِ رویت کے بارے میں شہرِ دیگر کی رویت کا اعتبار کرلیں؟...... یا ہر شہر کے لیے اُسی شہر کی رویت درکار ہے؟...... اس بارے میں خلاف ہے۔

چنانچہ امام مالک سے ابنِ قاسم اور مصریین نے یہ روایت کی کہ

......'' جب ایک شہر والوں کو یہ ثابت ہوجائے کہ دوسرے شہر والوں نے ہلال دیکھ لیا تھا تو اُن پر اُس دن کا روزہ قضاء کرنا لازم ہے جس دن اُنہوں نے نہ رکھا اور دوسروں نے رکھا تھا ''......

یہی امام شافعی اور امام ابنِ حنبل کا قول ہے۔

اور امام مالک کے تلامذۂ مدنیین نے آپ سے یہ روایت کیا کہ

......'' رویت جس شہر میں ہوئی اُس کی خبر سے دوسرے شہر والوں پر روزہ لازم نہیں ، مگر اس صورت میں کہ سلطان لوگوں کو وہ رویت ماننے پر آمادہ کرے ''......

تلامذۂ امام مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه و عنهم میں سے ابنِ ماجشون اور مغیرہ کا یہی قول ہے۔ اور فقہائے مالکیہ کا اجماع ہے کہ دوردراز شہروں میں ایک کی رویت کا دوسرے میں اعتبار نہ کیا جائے ، جیسے اندلس اور حجاز۔

فیجب ان یحمل بعضها علی بعض لانها فی قیاس الافق الواحد

واما اذا اختلفت اختلافا کثیرا فلیس یجب ان یحمل بعضها علی بعض.

و اما الاثر فما رواہ مسلم عن کریب.

فظاھر ھذا الاثر ان لکل بلد رویته قرُب او بعُد ، و النظر یعطی الفرق بین البلاد النائیة و القریبة ، و بخاصة ما کان نَأْیُهٗ فی الطول و العرض کثیرا ، و اذا بلغ الخبر مبلغ التواتر لم یحتج فیه الی شھادة. مختصراً

[بدایة المجتھد و نھایة المقتصد ، لابن رشد الحفید ، کتاب الصیام ، الرکن الاول.]

اور **اس خلاف کا سبب** ہے اَثَر و نَظَر کا تعارض ۔ نظرِ قیاسی یہ ہے کہ شہروں کے مطالعِ قمر جب ایک دوسرے سے بالکلیہ الگ نہ ہوں تو واجب ہے کہ اُن میں ایک شہر کا حکم وہی ہو جو دوسرے کا ہے کیونکہ ایسے قریبی شہر اُفقِ واحد کے مانند ہیں۔

رہا جب شہروں کے مطالعِ قمر بہت زیادہ الگ ہوں تو اب یہ واجب نہیں کہ ایک کا جو حکم ہے وہی دوسرے کا ہو۔

رہا اثر تو وہ ہے جو امام مسلم نے حضرتِ کریب سے روایت کیا۔

اس اثر کا ظاہر معنی مقتضی ہے کہ ہر شہر کے لیے خواہ وہ قریب ہوں یا بعید بہرحال وہیں کی رویت چاہیے۔ اور نظر یہ بتاتی ہے کہ باہم قریبی شہر اور باہم بعید شہر ان میں فرق کیا جائے خصوصاً جن کی دوری طول و عرض میں بہت زیادہ ہو۔

اور خبرِ رویتِ ہلال جب حدِّ تواتر کو پہنچ جائے تو شہادت کی حاجت نہیں۔

الحاصل

ان کتبِ ثلاثہ کے بیان سے واضح ہے کہ امام ابنِ ماجشون کا کلام اس میں نہیں کہ خلیفۃ المسلمین پورے ملک میں ہرکارے دوڑا کر روزہ یا عید کا اعلان کرا دے۔

بلکہ اس میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین کے پاس گذری شہادت دو شاہدوں سے دوسرے مقامات پر پہنچے تو وہ دوسرے مقامات کے لیے ثبوتِ رویتِ ہلال کی دلیل و حجت بن جائے گی۔

جبکہ یہی شہادت خلیفہ کے علاوہ قاضی کے پاس گذرے جو صرف ایک شہر کا قاضی ہے تو دوسری جگہ دو شاہدوں سے پہنچ کر بھی دلیل و حجت نہیں ہوگی۔

اور وجہ اس کی یہ نہیں کہ دوسرا شہر اُس قاضی کی حدودِ ولایت میں نہیں۔ بلکہ وجہ اُن کے نزدیک یہ ہے کہ ایک مطلع کا ہلال دوسرے مطلع کے لیے حجت نہیں ، جیسے ایک شہر کا غروبِ آفتاب دوسری جگہ کے لیے حجت نہیں۔

●

بیانِ گذشتہ سے واضح ہوا کہ روزۂ وعید کا اصل **مدار** بہ ارشادِ قرآن وحدیث **رویتِ ہلال** پر ہے ، اور یہ رویت شرعاً **ثابت** ہونے کے **سات طریقے** ہیں۔

اور اس واضح کی اجمالی تفصیلِ گذشتہ سے ظاہر یہ ہے کہ ارشادِ اقدس صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ الخ ہر فردِ مسلم کے لیے ہے ، اور ظاہرِ ارشادِ اقدس صوموا لرویتہٖ ہر ایک کو بلاشرکتِ غیرے عام ہے ، یعنی یوں کہ خود اُسے ہلال نظر آئے یا طریقِ مُوجِبِ شرعی سے اُس کے نزدیک رویت ثابت ہو جائے۔

تو جسے رویت حاصل ہوئی ، یعنی اپنی آنکھ سے ہلال نظر آ گیا اُس کے نزدیک بداہۃً رویت ثابت ہو گئی ، اب وہ ثبوتِ رویت کے کسی طریقِ موجب کا محتاج نہیں ، یعنی شہادت سے لے کر اعلانِ عام تک سات طریقوں میں سے کسی طریقہ کی اُسے حاجت نہیں ، کیونکہ یہ سب طریق ہیں یعنی راہیں جن سے رویت کا ہونا ثابت ہوتا ہے ، مقصود رویت ہے ، تو جسے مقصود براہِ راست حاصل ، اُسے طریق کی کیا حاجت؟......

یعنی رویت اُسے بداہۃً ثابت ، تو ثبوتِ رویت کے کسی طریقِ موجب کی اُسے کیا حاجت؟.....

ولہٰذا جسے تنہا ہلالِ رمضان نظر آیا اور اُس کی گواہی فسق یا تہمت ہونے یا نصاب کامل نہ ہونے سے رد ہو گئی تو بھی اُس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

(ومن رأى هلال رمضان او الفطر ورد قوله صام) اما اذا رأى هلال رمضان فلقوله تعالىٰ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط﴾ [پ۲ ایت ۱۸۵ البقرۃ] و قوله صلى الله عليه وسلم "صوموا لرويته و افطروا لرويته" و قد رآه ظاهرا فيجب عليه العمل به .

و اما هلال الفطر فالاحتياط فيه ان يصوم ، و لا يفطر الا مع الناس لقوله عليه الصلاة والسلام "صومكم يوم تصومون و فطركم يوم تفطرون" .

جس نے تنہا ہلالِ رمضان یا عید دیکھا اور اُس کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو وہ روزہ رکھے۔ ہلالِ رمضان میں تو اس لیے کہ حکمِ الٰہی ہے تعالیٰ شانہ کہ ﴿تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے﴾ اور حکمِ رسالت پناہی ہے صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ((چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو)) اور اس شخص نے کھلے طور پر ہلال دیکھ لیا لہٰذا اسے **اپنی رویت** پر عمل واجب ہے۔

رہا ہلالِ عید تو اُس میں احتیاط یہ ہے کہ روزہ رکھے اور عید لوگوں کے ساتھ ہی کرے اس لیے کہ ارشادِ اقدس ہے کہ ((تمہارا روزہ اُس دن ہے جس دن لوگ [یعنی جمہور اہلِ علم] روزہ رکھیں اور تمہاری عید اُس دن ہے جس دن لوگ عید کریں)) اور لوگوں نے آج عید نہیں کی تو واجب ہوا کہ یہ

شخص بھی عیدنہ کرے۔ | [کنز الدقائق مع شرح تبیین الحقائق ۱۵۹/۲]

ایسا ہی تنویر و در و رد المحتار [۹۸/۲] ، نیز عالمگیری [۱۹۷/۱ ، ۱۹۸] نیز بحرِ رائق [۴۶۳/۲] نیز بہارِ شریعت [۱۰۶/۵] میں ہے۔

نیز امام اہلسنّت فرماتے ہیں

فی الدر: رأی المکلف ھلال رمضان او الفطر و رد قوله بدلیل شرعی صام مکلفا وجوبا.

در مختار میں ہے کہ جس نے تنہا رمضان یا عید کا چاند دیکھا اُس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

و فی رد المحتار: و افاد الخیر الرملی انه لو کانوا جماعة و ردت شهادتهم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیهم کذلک.

[فتاوی رضویه ۵۶۴/۴ ، رد المحتار ۹۸/۲]

رد المحتار میں ہے کہ علامہ خیر رملی نے افادہ فرمایا کہ یہ جنہیں ہلال دکھائی پڑ گیا ایک جماعت ہوں اور ان کی شہادت قبول نہیں کی گئی تو انہیں بھی حکم یہی ہے۔

ولہذا ہلالِ رمضان میں ......[جس طرح صاحبِ رویت کو بعدِ رویت حکم وغیرہ کچھ درکار نہیں اسی طرح]...... جس نے صاحبِ رویت سے رویت سن لی اُسے بھی حکم اعلان وغیرہ کچھ درکار نہیں۔ عالمگیری میں مبسوط سے فرمایا کہ : و لا یشترط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة ، و لا الدعوی ، و لا حکم الحاکم ، حتی انه لو شهد عند الحاکم و سمع رجل شهادته عند الحاکم و ظاهره العدالة ، وجب السامع ان یصوم ، و لا یحتاج الی حکم الحاکم. [عالمگیری ۱۹۷/۱]

—" ابر میں رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کہنے کی کہ میں گواہی دیتا ہوں ضرورت نہیں ، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس رمضان کا چاند آج یا کل یا فلاں دن دیکھا ہے۔

یونہی اس گواہی میں دعوی اور مجلسِ قضا اور حاکم کا حکم بھی شرط نہیں۔

یہاں تک کہ اگر کسی نے حاکم کے یہاں گواہی دی تو جس نے اُس کی گواہی سنی اور اُس کو بظاہر معلوم ہوا کہ یہ عادل ہے اُس پر روزہ رکھنا ضروری ہے اگرچہ حاکم کا حکم اُس نے نہ سنا ہو مثلاً حکم دینے سے پہلے ہی چلا گیا۔ (درمختار [علی هامش رد المحتار ۹۸/۲] وعالمگیری) "— [بہارِ شریعت ۱۰۷/۵]

کِتَابُ الْقَاضِی اِلَی الْقَاضِی میں صرف شہادت درکار ہے؟......
یا حکم بھی؟...... یا دونوں؟......

تنویر و در وغیرہ عامۂ کتب میں ہے

(فــان شهــدوا عــلــى خَـصُـم حــاضــر حكَم بالشهادة و كتب بحكمه) ليحفظ. (وان لم يكـن الـخـصـم حاضرا لم يحكُم) لانه حكم عـلـى الـغـائب (و كتب الشهادة) الى قاض يـكـون الخصُم فى ولايته (ليحكم) القاضى (المكتوب اليه بها على رأيه). مختصراً

[در مختار على هامش رد المحتار ۳۹۰/۴]

گواہان فریقِ مقابل کے خلاف شہادت دیں اور وہ موجود ہو تو اس شہادت پر قاضی حکم وقضا کردے ، اور اپنا وہ حکم لکھ لے تاکہ محفوظ رہے۔ اور اگر فریقِ مقابل موجود نہیں تو حکم و فیصلہ نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم و قضا ہے بلکہ فریقِ مقابل جس قاضی کی حدودِ قضا میں ہے اُسے شہادت لکھ بھیجے ، تاکہ قاضی مکتوب الیہ اُس شہادت پر اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے۔

رد المحتار میں ہے

لیــس الـمـراد فـى هذه المسئلة من كتـاب الـقـاضـى حـكـمـه الى قاض آخـر، بـل الـمـراد ان الشهـادة عند الـقـاضـى تـارة تكون على خصم حـاضـر فيـحـكُم بها عليه ، و يكتب بـحـكـمـه كتـابـا ليحفَظ الواقعة ، لا ليبعَثه الى قاض آخر ، لان الحكم قـد تـم ، و تـارة تكون على خصُم غائب ، و هى الآتية.

فریقِ مقابل موجود کے خلاف شہادت گذرنے کے مسئلہ میں کتاب القاضی سے یہ مراد نہیں کہ قاضی اپنا حکم قاضیِ دیگر کو لکھ بھیجے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ قاضی کے سامنے شہادت کبھی فریقِ حاضر کے خلاف گذرتی ہے اس صورت میں وہ اس شہادت پر حکم دے دے اور واقعہ کی یادداشت کے لیے اُس حکم کا ایک نوشتہ لکھ لے ، **نہ اس لیے** کہ دوسرے قاضی کو وہ حکم کا نوشتہ بھیجے ، کیونکہ حکم تو تکمیل کو پہنچ گیا۔

اور شہادت کبھی فریقِ مقابل غائب کے خلاف گذرتی ہے ، اسی کا آئندہ ذکر فرمایا۔

و ذكَر فى النهر عن الزيلعى انه اذا قد ر ان الخصم غاب بعد الحكم عـلـيــه ، و جـحَـدا لـحكم ، فحينئذ يـكتُب له ليسلّم اليه حقه ، او ليُنفِذ حكمه. اه

اور نہر میں امام زیلعی سے فرمایا کہ یہ صورت مان لی جائے کہ فریقِ مقابل اُس کے خلاف حکم وفیصلہ کے بعد فرار ہوگیا اور کہہ دیا کہ کوئی فیصلہ ہی نہیں ہوا ہے تو اب یہ قاضی مدعی کے لیے دوسرے قاضی کو **نوشتۂ حکم** بھیجے تاکہ وہ مدعی کا حق مدعی کے حوالے کرے یا قاضیِ اول کی طرف سے کیے جا چکے فیصلہ کو نافذ کرے۔

و افـاد الـقـهـسـتـانـى ان الكتاب يــكــون الـى الـقـاضــى و لـو كـان الـخـصـم حاضرا ، و ذلک لامضاء

اور علامہ قہستانی نے ایک اور صورت بتائی کہ فریقِ مقابل حاضر ہو پھر بھی کتاب القاضی لکھی جاتی ہے اس مقصد سے کہ

قاض آخر ، کما اذا ادعی علی آخر اَلْفا و برھن و حکم به ، ثم اصطلحا ان یأخذ منه فی بلد آخر ، و خاف ان ینکر ، فکتب به لامضاء قاضی البلد. مختصراً

[رد المحتار ۴/۳۹۰]

دوسرا قاضی قاضیِ اول کے حکم کو نافذ کرے۔ جیسے ایک نے دوسرے کے ذمہ ہزار روپے ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کردیے جس پر قاضی نے فیصلہ کردیا۔ پھر دونوں اس پر رضامند ہوگئے کہ مدعی مدعاعلیہ سے دوسرے شہر میں یہ روپیہ وصول کرلے ، اور ڈر ہو کہ مدعاعلیہ فیصلۂ کردہ کو ناکردہ کہہ بیٹھے گا تو قاضی دوسرے شہر کے قاضی کو نوشتۂ **حکم** وفیصلہ لکھ بھیجے۔

دیکھ رہے ہو! کتاب القاضی میں **حکم** وفیصلۂ وقضا لکھنے کی یہ صورتیں **معاملات** میں ہیں جن میں حکم ایک شخص پر ہے۔ جبکہ **ہلالِ رمضان** و **عیدین** میں صوم وافطار ونمازِ عیدین و صدقۂ فطر وقربانی کا **حکم** کسی خاص پر نہیں بلکہ **عام مسلمانوں پر** ہے۔

تو جس قاضی کے پاس اول شہادتیں گذریں اُسے بھی حکم دینا ہے ، اور جس قاضیِ دیگر کو وہ کتاب القاضی لکھے گا اُسے بھی حکم دینا ہے۔ تو ثبوتِ رویتِ ہلالِ بالا کے لیے کتاب القاضی میں جس کا ذکر ہونا **ضروری** ہے وہ **صرف شہادت** ہے ، حکم نہیں۔ اور ثبوتِ ہلال کے طُرُقِ مُوجِبِ شرعی بیان کرتے ہوئے کتاب القاضی میں امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے تذکرہ بھی **صرف شہادت** کا فرمایا ہے ، حکم کا نہیں ، کہ

—" **طریقِ چہارم**:- کتاب القاضی الی القاضی ، یعنی قاضیِ شرع جسے سلطانِ اسلام نے فصلِ مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اُس کے سامنے شرعی گواہی گذری اُس نے دوسرے شہر کے قاضیِ شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر

......[مثلاً ۱۴۴۲ھ کے ماہِ شوال کا ہلال بدھ کی شام کو ہونے پر]......

شہادتِ شرعیہ قائم ہوئی ، اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیازِ کافی واقع ہو ، اور وہ خط دو گواہانِ عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضیِ فلاں شہر کے نام ہے ، وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضیِ فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اُس کا ہے ، اب یہ قاضی اگر اُس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے۔ "—

[فتاوی رضویه ۴/۵۵۱]

دیکھو! تحریر میں صرف ذکرِ شہادت ہے ، اور دوسری ضروری چیز : اپنا اور مکتوب الیہ کا پورا نام ونشان۔ مثلاً

بہ لحاظِ حال حال یہ کہ .... فلاں شہر کے فلاں مفتی یا قاضی کی طرف سے فلاں شہر کے فلاں مفتی یا قاضی صاحب کے نام .... باقی حکم کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اور آگے فرمایا ...." یہ قاضی اُس شہادت پر عمل کرسکتا ہے "....... حکم پر عمل نہیں فرمایا ، اور نہ ہی حکم کا پہلے تذکرہ کیا ، تو یہ عمل کرنا وہی حکم دینا ہے۔

نیز ثبوتِ رویتِ ہلالِ بالا میں امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے کتاب القاضی کی صرف وہ حقیقت بیان فرمائی جو در مختار ، هداية ، کنز وغیرہ عامّۂ کتب میں ہے کہ

هو نقل الشهادة فى الحقيقة [رد المحتار ۳۹۰/۴] | **کتاب القاضی کی حقیقت ہے : شہادت بھیجنا۔**

اور نقلِ شہادت ہی کی علماء کی طرف سے تصریح نقل فرمائی کہ

—" علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے **خبرِ شہادت دینا** صرف قاضیِ شرع سے خاص "—

[فتاوی رضویه ۵۲۵/۴]

ہاں ایک جواب سے مفہوم ہے کہ رویتِ بالا کی **کتاب القاضی** میں حکم کا ذکر **کتاب القاضی الی القاضی** کے کچھ منافی ومضر نہیں۔ وہ جواب مع سوال یہ ہے کہ

—" **مسئلہ** از بلند شہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئولہ محمد محفوظ الحق قادری ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

حضرت مولٰینا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض خدمت شریف ہے کہ جنابِ والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے

"میرے سامنے شہادتیں گذر گئیں کل جمعہ کو عید ہے"

خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتوی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟...... اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟..... بینوا توجروا

الجواب: وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے ، تقسیم کرنے والوں نے اس اسٹیشن پر بھی دیے اُن میں سے کوئی لے گیا ہوگا ، بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور اُن کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا ، اور بلادِ بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے؟..... **و اللہ تعالیٰ اعلم**. "— [فتاوی رضویه ۵۳۲/۴]

اس پرچہ میں ذکرِ شہادت کے ساتھ ذکرِ حکم بھی ہے ، اور اسی پرچہ کی نسبت فرمایا

—" جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا "—

جس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ دوشاہد عادل لے کر جائیں تو وہ پرچہ کافی ہے۔

●

کتاب القاضی الی القاضی کا تعدیہ

فتح القدیر میں فرمایا

لو سمع الخصم بوصول کتاب القاضی الی قاضی بلَدہٖ فھرَب الی بلْدۃ اخریٰ ، کان للقاضی المکتوب الیہ ان یکتب الی قاضی تلک البلدۃ بما ثبت عندہ من کتاب القاضی.
فکما جوّزنا للاول الکتابۃ ، نجوّز للثانی و الثالث و ھَلُمَّ جَرّاً للحاجۃ.

[فتح القدیر ۷/۲۷٦ ، بحر رائق ۷/۸]

مدعا علیہ یہ سن کر کہ [میرے خلاف] اس شہر میں کتاب القاضی آئی ہے کسی اورشہر کو فرار ہوگیا تو یہ قاضی جس کے پاس کتاب القاضی آئی اسے جائز ہے کہ اُس [تیسرے] شہر کے قاضی کو کتاب القاضی لکھے اوراس میں وہ [شہادت یا حکم] لکھے جو اُس تک کتابِ قاضیِ اول سے ثابت ہوا۔
تو جیسے قاضیِ اول کے لیے ہم نے کتاب القاضی لکھنا جائز مانا ویسے ہی ثانی کے لیے ثالث کے لیے اور اُس سے آگے کے لیے بھی بوجہِ حاجت جائز مانیں گے۔

فقط



فقیر محمد کوثر حسن قادری رضوی غفرلہ
نوری دارالافتاء
دارالعلوم نوری نوری نگر ۳۱۹ گدرہوا بلرامپور یوپی پن ۲۷۱۲۰۱
۲۳؍ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ یکشنبہ ۴ - ۷ - ۲۰۲۱ء